قدوۃ الاولیاء، زبدۃ العلماء حضرت اعلیٰ

مولانا خواجہ غلام مرتضیٰ قدس سرہٗ بیربلوی

رسائلِ مرتضویہ

حقیقت معراج

رویتِ باری تعالیٰ

زیارتِ قبور

توسل بالنبی ﷺ
وسیلہ کی شرعی حیثیت

حیات النبی ﷺ

حیاتِ انبیاء علیہم السلام

قولِ فیصل
دربارہ قادیانیت

مقامِ اولیاء

ندائے یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ

استعانت
از اولیاء اللہ

تلک عشرۃ کاملۃ

مرتب ومترجم

ڈاکٹر محمد طفیل سالک ذوالنور

مکتبہ شمس و قمر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

صلی اللہ علی حبیبہ محمد و آلہ و اصحابہ و سلم

رسائل مرتضویہ

افادات علمیہ

قدوۃ الاولیاء زبدۃ العلماء حضرت اعلیٰ

مولانا خواجہ غلام مرتضیٰ بیر بلوی قدس سرہ

رؤیت باری تعالیٰ، حقیقت معراج، حیاتِ انبیاء علیہم السلام، حیات النبی ﷺ، توسل بالنبی ﷺ (وسیلہ کی شرعی حیثیت)، زیارت قبور، استعانت از اولیاء اللہ، ندائے یا شیخ عبد القادر جیلانی شیئاً للہ، مقامِ اولیاء اور قول فیصل در بارۂ قادیانیت کے موضوعات پر چند اہم اور تاریخی مقالات و رسائل کا بیش بہا مجموعہ، جو رسوخِ علمی اور نبوغِ فکری کا شاہکار اور اختصار و جامعیت اور وقار و متانت کا آئینہ دار ہے

مرتب و مترجم

ڈاکٹر محمد طفیل سالک ذوالنور

سابق صدر شعبہ فلسفہ، گورنمنٹ کالج لاہور

مکتبہ شمس و قمر ۔ بھاٹی چوک لاہور

11 1006

بسم اللہ الرحمن الرحیم



نام کتابچہ ...... رسائل مرتضویہ

مصنف ...... قدوۃ الاولیاء زبدۃ العلماء حضرت اعلیٰ
مولانا خواجہ غلام مرتضیٰ بیربلوی قدس سرہ

مرتب و مترجم ...... ڈاکٹر محمد طفیل سالک ذوالنور
سابق صدر شعبہ فلسفہ، گورنمنٹ کالج لاہور
استاذ علماء اکیڈمی محکمہ اوقاف پنجاب لاہور

حسب الارشاد ...... پروفیسر صاحبزادہ محبوب حسین صاحب مدظلہ
سجادہ نشین آستانہ عالیہ وبانی مدرسہ معین الاسلام بیربل شریف

حسن اہتمام ...... صاحبزادہ محمد طاہر شہزاد سیالوی، چیئرمین مکتبہ شمس وقمر لاہور

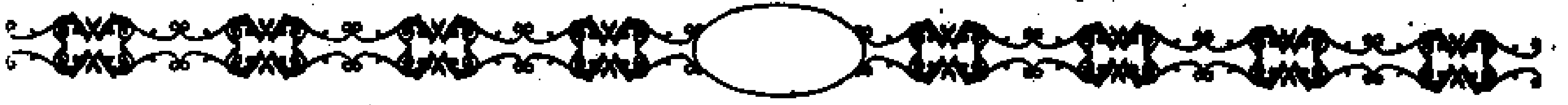
سعی جمیل ...... حافظ محمد کاشف جمیل، مینجنگ ڈائریکٹر مکتبہ شمس وقمر، لاہور

صفحات 144

اشاعت ...... مئی 2012ء/ جمادی الاولیٰ 1433ھ

ہدیہ ...... روپے

ناشر ...... **مکتبہ شمس و قمر**۔ بھائی چوک لاہور
(0345 4 66 67 68)



بسم الله الرحمن الرحيم

ارشادِ مرشد

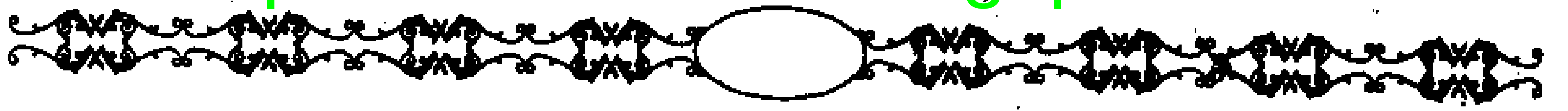
اعلیٰ حضرت مولانا خواجہ غلام نبی للّٰہی رحمۃ اللہ علیہ

اصل چیز اعتقاد ہے، اگر اعتقاد درست ہو تو سب چیزیں درست ہیں۔ اور اگر اعتقاد میں فرق ہے تو سب اعمال بیکار ہیں۔

ملفوظات حضرت غلام نبی صاحب، ص ۱۱

از مولانا خلیفہ محمد حسن نقشبندی

اللہ والوں کی قومی دوکان لاہور



بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلّی علیٰ رسولہ الکریم

شرفِ انتساب

گلستانِ مرتضوی کے گلِ نو بہار

صاحبزادہ سیف الرحمٰن

اور

ہر اس نوجوان کے نام

جو کسی نہ کسی علمی و دینی خانوادے سے وابستہ ہے

اِذَا اَنْتَ لَمْ تَحْمِ الْقَدِیْمَ بِحَادِثٍ
مِنَ الْمَجْدِ لَمْ یَنْفَعْكَ مَا کَانَ مِنْ قَبْلُ

سالک ذوالنور
حفظہ اللہ عن کل محظور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یا رب تو کریمی و رسول تو کریم
صد شکر کہ ہستیم میان دو کریم

نذر احباب

یہ کتابچہ جو اس وقت آپ کے ہاتھوں میں ہے یہ مختصر رسائل و مقالات کا مجموعہ ہے، جو ایک عالم ربانی اور عارف حقانی کے مدت العمر کے علم و تحقیق کا نچوڑ اور شبانہ روز محنت و ریاضت کا حاصل ہے۔ یہ مجموعۂ رسائل بلاشبہ جودت ذہن اور سلامت فکر کا شاہکار اور خَیْرُ الْکَلَامِ مَا قَلَّ وَ دَلَّ (بہترین کلام وہی ہوتا ہے جو مختصر اور جامع ہو) کے آئینہ دار ہیں۔ اور اس میں اس قسم کے عام رسائل کی طرح کسی قسم کی مناظرانہ خشونت بھی نہیں پائی جاتی بلکہ یہ مکمل علمی وقار اور متانت کے حامل ہیں، جیسا کہ ہمیشہ سے سلف صالحین کا طرزِ عمل رہا ہے۔

غور سے پڑھیے اور اپنے ایمان کو تازہ کیجئے۔ اور بصورت استفادہ ناچیز مرتب و مترجم عفی عنہ کو اپنی پر خلوص دعاؤں اور نیک تمناؤں سے محروم نہ رکھیے۔ اور بالخصوص اس کے حسن خاتمہ کی دعا ضرور کیجئے کہ یہ عاجز اس کا سخت محتاج ہے۔

سالک ذوالنور
حفظہ اللہ عن کل محظور

حسنِ ترتیب

حرفِ شیریں

حبذا رسائلِ حضرت غلام مرتضےٰ ۔ صحیفۂ دلائل شان و مقام مصطفےٰ
دیدارِ الٰہی نصیب اس کریم کے ۔ اور اس کے جو ہے سچا غلام مصطفےٰ
معراج کی شب ثابت یہ امر ہو گیا ۔ عرش حق ہے فقط ایک گامِ مصطفےٰ
حیاتِ انبیاء ہے حیاتِ واقعی ۔ جو کہ ہے مستند از کلامِ مصطفےٰ
حیات میرے آقا کی حقیقت تابندہ ہے ۔ دیکھتا ہے جو کرے ہے سلامِ مصطفےٰ
ہم نبی کے ہیں اور نبی کے وسیلہ سے ۔ پاتے ہیں جو مانگتے ہیں بنامِ مصطفےٰ
زیارت قبور بھی ہے فرمان آپ کا ۔ قول و فعل آپ کا ہے اسلامِ مصطفےٰ
اولیاء دیتے ہیں دوستوں کا ساتھ ۔ سب پہ ہے بے شک یہ انعامِ مصطفےٰ
پاتے ہیں فیض سب ہی غوثِ عظیم سے ۔ جو کہ ہیں میرِ اولیاءِ عظامِ مصطفےٰ
اولیاء اللہ کا اونچا مقام ہے ۔ سرفراز ہیں سبھی بہ اکرامِ مصطفےٰ
مرزا قادیانی کا ہر دعویٰ جھوٹ ہے ۔ اسے کیا خبر کہ کیا ہے شانِ ختامِ مصطفےٰ
بلاشبہ حضرتِ اعلیٰ کے فیض سے ۔ جہان کا جہان ہے فدا و غلامِ مصطفےٰ
نظرِ کرم ہے میرے مرشد کریم کی ۔ اُستاذِ فلسفہ ہے علّامِ کلامِ مصطفےٰ
میرے مرشد کریم کے شیخ عظیم بھی ۔ بے شبہ وہ بھی ہیں شیر عزامِ مصطفےٰ
یہ جو کچھ ہے میرے بابا کا فیض ہے ۔ معرفت میں گام جن کا ہے بگامِ مصطفےٰ
یہ سب میری ماں کی دعاؤں کا اثر ہے ۔ یہ بھی ہے قطرۂ بحر تمقامِ مصطفےٰ
سالک کو بے شک اپنی قسمت پہ ناز ہے ۔ وہ بھی ہے نثارِ راہِ نظامِ مصطفےٰ
اک نسل کی نسل ہے اس سے بہرہ یاب ۔ ہر سو بلند کرتی ہے نام ہمامِ مصطفےٰ
قرآن کی تفسیر انگریزی میں ہو تمام ۔ یہ حسن آرزو بھی ہے بنامِ مصطفےٰ

حمد باری تعالیٰ

☆ حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی علیہ الرحمۃ

إِنَّمَا اللّٰهُ وَاحِدٌ وَ اَحَدٌ
صَمَدٌ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ

لَا يُضَاهِيهِ فِي الْوُجُوْدِ سِوٰى
لَا يُكَافِيهِ فِي الْبَقَاءِ اَحَدٌ

اَلَّذِيْ يُمْسِكُ السَّمَاءَ اِلٰى
اَمَدٍ شَائَهُ بِغَيْرِ عَمَدٍ

عِزُّهُ دَائِمٌ اِلَى الْآبَادِ
مُلْكُهُ قَائِمٌ اِلَى السَّرْمَدِ

فَهُوَ رَاضٍ كَمَا هُوَ الْمُرْتَضٰى
وَهُوَ هَادٍ كَمَا هُوَ الْمُهْتَدِ

ترجمہ:

بے شک اللہ سبحانہ وتعالیٰ واحد اور احد ہے ۔ بے نیاز ہے، نہ کوئی اس کی اولاد، نہ وہ کسی کی اولاد
موجودات میں کوئی چیز بھی اس کے مشابہ نہیں ۔ اور بقاء میں کوئی بھی اس کے برابر نہیں
وہ جو آسمان کو تھامے ہوئے ہے ۔ جب تک وہ چاہے، بغیر کسی ستون کے
اس کی عزت ابد تک دائم ہے ۔ اور اس کی سلطنت ہمیشہ کے لیے قائم ہے
وہ راضی ہے اور اسی کی رضا مطلوب ہے ۔ اور وہ ہادی ہے ہر طالبِ ہدایت کے لیے

☆ سالک ذوالنور

نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم

☆ حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی علیہ الرحمۃ

آمد الحمد اول قرآن — پس الف لام میم از پی آن

یعنی الحمد را بخوان اول — ساز الف لام ازان بمیم بدل

تاکہ حاصل شود بدین تبدیل — نام او در بدایت تنزیل

چون شد این نام آن خجستہ اثر — میدھد ذلك الكتاب خبر

کہ مسمای اوست فی الواقع — مظہر کل و نسخہ جامع

ترجمہ:

قرآن مجید کے آغاز میں الحمد آیا ہے — پھر اس کے بعد الف لام میم ہے

اس سے مراد یہ کہ پہلے الحمد کو پڑھو — پھر اس کے الف لام کو میم سے بدل دو

تاکہ اس تبدیلی سے حاصل ہو جائے — حضور کا نام نامی قرآن کی ابتداء ہی میں

چونکہ یہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی ہے — ذالک الکتاب (۱) اسی کی خبر دے رہا ہے

کہ اس کے مسمّی فی الواقع — مظہر کل (۲) اور نسخۂ جامع (۳) ہیں

اشارات:

۱۔ ذالک کا اشارہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات قدسی آیات کی طرف ہے کہ حضور کا (رخ اقدس) مصحف شریف ہے جیسا کہ بخاری شریف میں آیا ہے کَاَنَّہٗ الْمُصْحَفُ

۲۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس صفاتِ الٰہیہ کی مظہر اتم ہیں۔

۳۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کمالاتِ الٰہیہ کے نسخۂ جامع ہیں۔

☆ سالک ذوالنور

حرفِ چند

دین میں عقیدہ اساسی اور بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ بنیاد مضبوط اور درست ہو تو اس کے اوپر جو عمارت تعمیر ہوگی وہ بھی مضبوط اور درست ہوگی۔ اور اگر خدانخواستہ بنیاد ہی کمزور یا درست نہ ہوئی تو جو عمارت بھی اس کے اوپر کھڑی کی جائے گی خواہ وہ آسمان تک چلی جائے کمزور اور ٹیڑھی ہی ہوگی۔

خشت اول چوں نہد معمار کج　　تا ثریا می رود دیوار کج

عقیدہ، عقد سے ہے اور عقد گرہ کو کہتے ہیں اور گرہ مضبوط ہو تو اس کے ہٹنے اور ٹوٹنے کا امکان نہیں ہوتا اور یہی حال عقیدہ کا ہے کہ جس قدر مضبوط ہوگا اتنا ہی ناقابل شکست ہوگا۔

عقیدہ دراصل وہ نظریہ ہوتا ہے جو قلب میں پیوست اور دماغ میں راسخ ہو جاتا ہے اور یہ ایک ایسی پختہ فکری گرہ ہوتی ہے جس کو آسانی سے توڑا نہیں جا سکتا اور عقیدہ ہی عمل (یا اعمال) کے لیے بنیاد اور اساس کا کام دیتا ہے، کہ جس قدر بنیاد مضبوط اور درست ہوگی، اسی قدر عمل کی عمارت بھی جو اس کے اوپر تعمیر کی جائے گی مضبوط اور درست ہوگی۔

اقبال مرحوم کہتے ہیں:

دین ہو، فلسفہ ہو، فقر ہو، سلطانی ہو　　ہوتے ہیں پختہ عقائد کی بنا پر تعمیر
حرف اس قوم کا بے سوز، عمل زار و زبوں　　ہو گیا پختہ عقائد سے تہی جس کا ضمیر

اسلامی علوم میں عقیدہ کوفن کی حیثیت بھی حاصل ہے۔اس کواصول الدین اور علم الکلام بھی کہتے ہیں (عقیدہ، اصول الدین اور علم الکلام باہم مترادفات (ہم معنی الفاظ) ہیں۔گویا یہ دین کی بنیادوں اور جڑوں کا نام ہے۔

اسلام دین توحید ہے اور اسلام کے نام لیوا فرزندانِ توحید کہلاتے ہیں۔گویا اسلام اور اہل اسلام میں عقیدۂ توحید کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔توحید ہی اسلام کا مابہ الامتیاز ہے۔یعنی یہ اسلام کا بنیادی نظریہ ہے، جو اسے دیگر مذاہب وادیان سے ممتاز و ممیّز کرتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ اسلام کے نام لیوا فرزندانِ توحید کہلاتے ہیں۔ہر کلمہ گو یعنی لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھنے والا موّحد ہے اور توحید کو ماننے والا ہے اور جو توحید کو نہیں مانتا وہ مشرک ہے۔جو مسلمان ہے وہ موّحد ہے اور کوئی موّحد مشرک نہیں ہوسکتا۔اس لیے کسی مسلمان کو مشرک نہیں کہا جاسکتا۔

یہ صریحاً ستم ظریفی ہے کہ بعض لوگ بات بات پر دوسرے کلمہ گویانِ مصطفیٰ ﷺ کو کافر اور مشرک قرار دے دیتے ہیں۔اور معمولی معمولی فروعی اور جزوی اختلافات کی بناء پر جھٹ دوسروں پر مشرک کا الزام لگا دیتے ہیں۔اگر کوئی کسی صالح بزرگ کے مزار پر جا کر دعا کرتا ہے تو مشرک،اگر وہ کسی مشکل میں یا حاجت میں کسی کا وسیلہ پکڑتا ہے تو مشرک،اگر وہ رؤیت باری تعالیٰ کا قائل ہے تو مشرک،اگر وہ حیات النبی ﷺ کا قائل ہے تو مشرک،گویا مشرک سازی کی یہ مشین اس قدر تیزی سے چلتی ہے کہ اس سے کوئی ہی مسلمان بچا ہوگا۔اور ان مشرک سازوں کو اپنے علاوہ کوئی موحد یا مسلمان نظر ہی نہیں آتا۔

یہ بھی ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ اسلامی تاریخ میں مشرک سازی کا یہ سلسلہ خوارج اور معتزلہ نے شروع کیا۔خوارج نے تو حضرت علی تک کو مشرک کہہ دیا کہ انہوں نے جنگ صفین میں تحکیم قبول کر کے شرک اور کفر کا ارتکاب کیا۔اور اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ کے فرمان خداوندی کی صریحاً مخالفت (خلاف ورزی) کی۔اور معتزلہ نے کلامی مسائل پر

اختلاف رائے کو برداشت نہ کرتے ہوئے اپنے مخالفین یعنی جمہور اسلام کو مشرک قرار دے دیا، معتزلہ خود کو اہل التوحید والعدل کہتے تھے، اور جو اُن کے خودساختہ تصور توحید اور تصور عدل سے اختلاف کرتا تھا، اسے مشرک کہتے تھے۔ ان کے خیال میں صفات عین ذات ہیں ۱
اور جو اس کا قائل نہیں وہ مشرک ہے۔ اور اس شرک کی زد میں ایک دو اہل علم ہی نہیں، جمہور اہل اسلام یعنی مسلمانوں کی غالب اکثریت آ جاتی ہے۔ گویا یہ چند لوگ جو انگلیوں پر گنے جا سکتے تھے اور جو قرآن کی اصطلاح میں شرذمہ قلیلہ (چھوٹا سا گروہ) بنتے ہیں، وہی موحد اور مسلمان ہیں باقی سب مشرک اور کافر

ناطقہ سر بگریبان ہے اسے کیا کہیے
خامہ انگشت بدنداں ہے اسے کیا لکھیے

خارجیت اور اعتزال کے یہ رجحانات اسلامی تاریخ میں بدقسمتی سے وقتاً فوقتاً سر اٹھاتے رہے ہیں۔ موجودہ دور میں اس نے انکارِ تقلید کی خوفناک صورت اختیار کر لی ہے۔ اور یہ فتنہ جب برصغیر میں آیا جہاں ایک اجنبی ماحول تھا اور مسلمان اکثریت میں نہیں تھے۔ اور جب سے یہاں اسلام کا تعارف ہوا، مسلمانوں کی اکثریت یعنی سوادِ اعظم فقہِ حنفی کا پیروکار اور علمبردار رہا اور چونکہ یہاں اسلام کی تبلیغ و اشاعت میں صوفیائے کرام نے سب سے غالب اور نمایاں کردار ادا کیا، اس لیے یہاں مسلمانوں کی اکثریت انہی کے تابع اور زیرِ اثر اور انہی کے نظریات و افکار کی حامی و علمبردار رہی ہے۔ مگر یہاں اختلاف پیدا کرنے والوں اور اختلافات کو ہوا دینے والوں نے اپنے مزعومہ تصورِ توحید کو متعارف کراتے ہوئے جہاں ایک طرف فقہ حنفی کی تقلید و پیروی کو چیلنج کر دیا وہاں صوفیائے کرام کے افکار و تعلیمات اور عقائد و رجحانات کو بھی شرک قرار دینے لگے۔ اس طرح ان کے نزدیک یہاں کے مسلمانوں کی اکثریت مطلقہ اور غالبیت عظمیٰ مسلمان ہی نہیں بلکہ مشرک قرار پائی ہے۔

لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

چوں کفر از کعبہ بر خیزد کجا ماند مسلمانی

چرا کارے کند عاقل کہ باز آید پشیمانی

یہ ایک ایسا موضوع ہے جس پر تفصیل سے کلام کرنے کی ضرورت ہے اور جس پر ایک مبسوط مقالہ اور کتاب لکھی جا سکتی ہے۔ لیکن یہاں ہم جس بات کو ریکارڈ پر لانا چاہتے ہیں وہ یہ ہے کہ علماءِ اسلام کی اکثریت جنہیں بحمد اللہ راسخون فی العلم کا درجہ حاصل تھا اور جو فقہ حنفی کے پیرو کار تھے اور صوفیاء کرام کے زیر اثر بلکہ خود بہت بڑے صوفی تھے، اس تخریب وانتشار فکر وعمل کے خلاف متحد و منظم ہو گئے اور ایک ایسی سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن گئے، جس سے ٹکرا کر فکری تخریب واور عملی تحزب کا یہ رجحان پاش پاش ہو کے رہ گیا۔

ان علماء اسلام میں ایک عظیم شخصیت قدوۃ الاولیاء زبدۃ العلماء حضرت مولانا خواجہ غلام مرتضیٰ بیربلوی قدس سرہٗ کی ہے، جنہوں نے اپنے استاد و مربی امام الاولیاء مقدام العلماء حضرت اعلیٰ مولانا خواجہ غلام نبی للّٰہی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ مل کر اس سیلابِ بلا کے آگے بند باندھ دیا۔

بعض لوگ اس تمام جدوجہد (تقلیدِ فقہ حنفی اور پاکانِ امت کے دیرینہ تصور دین کے تحفظ و دفاع) کی تمام تر ذمہ داری اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ پر ڈال دیتے ہیں کہ مثلاً انہوں نے یہاں میلاد خوانی کو رواج دیا، زیارتِ قبور کی رسم جاری کی، حیات النبی ﷺ اور وسیلہ کی تعلیم دی اور اولیاء اللہ سے امداد و استعانت کو جائز سمجھا وغیرہ وغیرہ۔ اور یہ صریحاً زیادتی اور حقیقت ناشناسی ہے۔

اول تو یہ افکار و نظریات یا عقائد و رجحانات یہاں برصغیر کے علماء و مشائخ ہی کی ذہنی اختراع نہیں بلکہ صدیوں سے۔۔۔ آغازِ اسلام سے مسلمانوں میں رائج چلے آتے ہیں جس کے بڑے بڑے جلیل القدر علماء اسلام اور آئمہ اسلام قائل رہے ہیں۔ ان میں امام حجۃ الاسلام غزالی، امام جلال الدین سیوطی، امام شرف الدین نووی، امام ابن حجر ہیتمی،

امام عزالدین بن عبدالسلام، امام تقی الدین سبکی، امام مجدالدین فیروز آبادی، غرضیکہ کس کس کا نام لیا جائے اور اس فہرست میں ایک نام بھی ایسا نہیں جو صرف صوفیوں کے حلقے میں معروف ومتعارف ہو بلکہ سبھی کے سبھی تمام علوم وفنونِ اسلامی کے امام اور بحرِ تمقام کے طور پر تسلیم کیے جاتے ہیں۔

تو آج اگر علماء اعلام اور اہل اسلام کی اکثریت ان نظریات وعقائد کے حق میں ہے اور ان کو جائز اور درست سمجھتی ہے تو ان کو گردن زدنی کیوں قرار دیا جائے۔ اور ان کے پیچھے لٹھ لے کیوں پڑا جائے اور اپنے خودساختہ تصورِ توحید کی بناء پر، جس کو بہرحال اہل اسلام کی اکثریت تسلیم نہیں کرتی، کیوں کر ان پر مشرک اور بدعتی ہونے کا الزام لگایا جائے اور دنیا کے ساتھ ساتھ اپنی عاقبت بھی خراب کی جائے۔ ہم نے یہ تمام تر معروضات از راہِ ہمدردی وخیر خواہی عرض کی ہیں اور مقصود کسی پر تنقید وتعریض نہیں ہے بلکہ ہم تو چاہتے ہیں کہ ہمارے یہ دوست اپنے نظریہ، موقف اور رویہ پر نظر ثانی کریں اور خواہ مخواہ مسلمانوں کی اکثریت اور علماءِ حق کی عظیم تعداد کو مشرک اور جزوی اور معمولی اختلافات کی بناء پر مشرک اور کافر قرار دینے سے گریز اور اجتناب کریں۔ یہ زیادہ تر اختلاف رائے کا معاملہ ہے۔ ایک طرف ایک چھوٹے سے گروہ (شرذمہ قلیلہ) کی رائے ہے اور دوسری طرف ملتِ اسلامیہ کے سوادِ اعظم کی اکثریت کی۔ عوام کالانعام کی اکثریت کی نہیں بلکہ علماء اعلام کی اکثریت کی۔

آپ کو اپنی رائے پر اصرار ہے تو بڑے شوق سے یہ اصرار جاری رکھیے لیکن دوسروں اور اکثریت کے جذبات اور احساسات کا بھی خیال رکھیے اور ان کے افکار و رجحانات کا بھی احترام کیجئے۔

ہم آخر میں دو روایات کی طرف توجہ کو مبذول کرانا اپنا فرض سمجھتے ہیں جو اس سلسلے میں ہمارے لیے یقیناً مشعل راہ اور دستورالعمل کی حیثیت رکھتی ہیں۔ مخبر صادق ﷺ

نے ارشاد فرمایا کہ میں نے توحید کی تعلیم اتنی محنت اور وضاحت سے اپنی امت کو دے دی ہے کہ اب مجھے اس بات کا کوئی خوف واندیشہ نہیں رہا کہ میرے بعد تم شرک کرنے لگو گے۔ البتہ اندیشہ اور خطرہ اس بات کا ہے کہ تم دنیاوی امور، دنیاداری اور سیاست بازی کے امور ومعاملات میں پڑ کر ایک دوسرے سے لڑنے جھگڑنے نہ لگو اور ایک دوسرے کا گلا کاٹنے نہ لگو۔

فی حدیث عقبة بن عامر رضی اللہ عنہ قال قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ وَ اِنِّیْ وَ اللّٰہ مَا اَخَافُ مِنْ بَعْدِیْ اَنْ تُشْرِکُوْا وَ لٰکِنْ اَخَافُ اَنْ تَنَافَسُوْا فِیْھَا۔(۱)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم! مجھے تمہارے بارے میں یہ ڈر نہیں ہے کہ تم میرے بعد شرک کرو گے لیکن اس بات کا ڈر ہے کہ تم دنیا میں رغبت کرو گے۔

اور دوسری روایت بخاری شریف کی ترجمان القرآن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے کہ:

کَانَ ابن عُمَر یَرَاھُمْ شِرَارَ خَلْقِ اللّٰہِ وَ قَالَ اِنَّھُمْ اِنْطَلَقُوْا اِلٰی آیَاتٍ نَزَلَتْ فِی الْکُفَّارِ فَجَعَلُوْھَا عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ۔ (۲)

وہ ان لوگوں کو بدترین لوگ سمجھتے تھے جو ان آیات کو جو کہ کفار اور مشرکین کے بارے میں نازل ہوئی ہیں، مسلمانوں پر چسپاں کرتے ہیں۔

یہ ایک مسلمہ تاریخی حقیقت ہے کہ اسلام میں تفرق وتحزب کا آغاز تو سیاسی

۱۔ بخاری شریف، ج ۱، ص ۵۰۸

۲۔ بخاری شریف، ج ۲، ص ۱۰۲۴

اختلافات سے ہی ہوا۔ فرقہ سبائیہ کا امیر المؤمنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے اختلاف سیاسی ہی تھا، جس کو بعد میں مذہبی شکل و رنگ دے دیا گیا جو آج تک چلا آتا ہے۔ خوارج نے حضرت علی سے تحکیم کے مسئلہ پر اختلاف کیا جو سیاسی ہی تھا، مگر اس کا جواز انہوں نے قرآن حکیم سے ڈھونڈ نکالا اور پھر ایک سخت گیر مذہبی تفرقہ کی نہیں بلکہ ایک دہشت گرد سیاسی گروہ یا فرقہ کی صورت اختیار کر لی، جس نے ایک ایسا مکتب فقہ بھی مرتب کر ڈالا جس کی ایک شکل آج کل بھی فقہ اباضیہ کے نام سے موجود ہے اور اس کے پیروکار اب بھی بلاد مغرب (مراکش والجزائر وغیرہ) میں پائے جاتے ہیں۔ علامہ اقبال نے اپنے مشہور خطبہ الٰہ آباد میں بجا طور پر کہا ہے کہ:

"مسلمانوں کو جتنا نقصان سیاسی گروہ بندیوں نے پہنچایا، اتنا مذہبی فرقہ بندیوں نے نہیں۔"(۱)

کیا مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پیشگوئی درست ثابت نہیں ہوگئی کہ آج مسلمان ایک دوسرے سے دست و گریبان اور باہم برسر پیکار ہیں اور اسلام کے نام پر دہشت گردی کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ اور ایک دوسرے کی عبادت گاہوں پر اور اولیاء کرام کے مزارات پر، جنہوں نے برصغیر میں ہی نہیں پوری دنیا میں اسلام کی شمع روشن کی ہے۔ اور آج اسی کی روشنی سے ہم بھی منور اور مسلمان ہیں، ان بزعم خویش مجاہدینِ اسلام کی دہشت گردی کی زد میں ہیں۔ اسلام کی سچی اور سچی تعلیم یہ ہے کہ اثنائے جہاد میں بھی غیر مذاہب کے لوگوں سے، جو اپنی اپنی عبادت گاہوں میں اپنے اپنے طریقے سے مصروف عبادت ہوں، تعرض نہ کیا جائے۔ تو آج مسلمانوں کو ان کی مساجد و معابد میں مارنا اور دہشت گردی کا مرکز بنانا، آخر اسلام کی کون سی خدمت ہے؟ اور یہ کس اسلام کی ترجمانی ہے؟

ہم یہ رسائل جو ایک عالم ربانی اور عارف حقانی کے تحریر کردہ ہیں کسی سے لڑنے

۱۔ حرفِ اقبال، مرتبہ لطیف احمد خان شیروانی

جھگڑنے کے لیے نہیں، نہ ہی اختلافات کو ہوا دینے کے نقطۂ نظر سے شائع کر رہے ہیں، بلکہ ہمارا مقصد صرف ان کی اشاعت اور ان کے حوالے سے یہ واضح کرنا ہے کہ ان افکار و عقائد اور اقدار و رجحانات جن کو شرک یا بدعت کہا جاتا ہے، ہمارے کیا دلائل ہیں؟ بلکہ ہمارے ہی کیا ملتِ اسلامیہ کی اکثریت اور علماءِ اسلام کی اکثریت کے کیا دلائل ہیں؟ یہ رسائل مختصر اور جامع ہیں۔ ان میں سے ہر ایک پر مستقل کتاب یا کتابیں لکھی جا سکتی ہیں۔ لیکن مفصل اور مطول کتابیں پڑھنے کا موقعہ اور وقت ہر ایک کے پاس نہیں ہوتا۔ ہمارے علماء نے جہاں مختلف موضوعات (فکری و عملی) پر جامع اور مبسوط کتابیں لکھی ہیں، وہاں عوام کی رہنمائی کے لیے مختصر رسائل و مقالات بھی لکھے ہیں۔ جو خَیْرُ الْکَلَامِ مَا قَلَّ وَ دَلَّ (بہترین کلام وہی ہوتا ہے جو مختصر اور جامع ہو) کے مصداق مختصر بھی ہیں اور جامع بھی۔ اور ایک طالب حق کے لیے اسی قدر کافی ہے لیکن جس نے ماننا ہی نہیں اس کے سامنے پورا کتب خانہ بھی رکھ دیا جائے اور کتابوں کا ڈھیر یا انبار بھی لگا دیا جائے تو وہ نہیں مانے گا اور ''میں نہ مانوں'' کی رٹ لگائے رکھے گا۔

حضرت اعلیٰ مولانا غلام مرتضیٰ علیہ الرحمۃ کے تین رسائل (حیاتِ انبیاء علیہم السلام، زیارتِ قبور اور وسیلہ کی شرعی حیثیت جو دراصل توسل بالنبی ﷺ کے موضوع پر ہے) آپ کی مرتب کردہ کتاب مستطاب صحیفۂ احادیث، شمس الضحیٰ شرح بدر الدجیٰ فی حدیث المصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء میں شامل ہیں۔ جب اس عاجز راقم سطور نے اس کا ترجمہ کرنے کا شرف حاصل کیا تو یہ رسائل بھی ساتھ ہی ترجمہ ہو گئے تھے اور مجلہ معین الاسلام کی اشاعت اپریل۔ جون ۲۰۰۶ء، جولائی۔ ستمبر ۲۰۰۶ء اور اکتوبر۔ دسمبر ۲۰۰۶ء میں بالترتیب شائع ہوئے۔ اسی وقت یہ خیال تھا کہ افادۂ عام کے لیے ان کو ایک الگ کتابچہ کی شکل میں بھی شائع کیا جائے۔ جب ان رسائل کو اس مقصد کے لیے اکٹھا کیا گیا تو یہ خیال بھی القاء ہوا کہ ان کے ساتھ حضرت اعلیٰ قدس سرہ کی چند اور تحریرات جو آپ کی اولین اور مستند ترین

لافانی اور عدیم النظیر سوانح عمری ''انوارِ مرتضوی'' میں موجود ہیں، اور بہت ہی مفید اور مستند معلومات پر مبنی ہیں، کو بھی شامل کر دیا جائے۔ چنانچہ حیات النبی ﷺ کے سلسلہ میں آپ کا ایک مفصل مکتوب اور اس کے علاوہ مسئلہ استعانت پر آپ کی مختصر تقریر اور ندائے یا شیخ عبدالقادر جیلانی شَیْئًا لِلّٰہ پر آپ کا جامع بیان اور رؤیت باری (حدیث رأیت ربی فی سکک المدینة) اور حقیقتِ معراج (معراج روحانی کہ جسمانی) اور مقامِ ولایت و اولیاء پر آپ کے مکاتیب شریفہ سے ضروری اقتباسات ترجمہ کے ساتھ شائع کر دیئے جائیں۔

آتے ہیں غیب سے مضامین خیال میں

چنانچہ ہم نے اس کو اشارۂ غیبی اور الہامِ رحمانی سمجھتے ہوئے اس پر فوراً عمل کیا اور اب یہ متفرق تحریرات بھی اس ''رسائلِ مرتضویہ'' میں شائع کر دی گئی ہیں۔ ان میں ایک معنوی حسن اور موزونیت کے ساتھ ساتھ ایک لفظی مطابقت بھی موجود ہے۔ عربی میں رسالہ، مقالہ یا مضمون کے معنیٰ میں بھی استعمال ہوتا ہے اور خط یا مکتوب کے معنیٰ میں بھی۔ گویا کہ یہ ''رسائلِ مرتضوی'' حضرت اعلیٰ بیر بلوی قدس سرہ کے چند مضامین و مقالات کے ساتھ ساتھ آپ کے چند مکاتیب و خطوط کے اقتباسات پر مشتمل ہے۔

ان تحریرات کی جامعیت اور افادیت کا اس سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اس دور کے نامور محقق حکیمِ اہلسنّت حضرت حکیم محمد موسیٰ امرتسری علیہ الرحمۃ نے ایک بار اس عاجز (راقم سطور) سے فرمایا کہ ندائے یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً لِلّٰہ پر کئی مبسوط تحریریں اور کتابیں بھی میری (یعنی ان کی) نظر سے گزری ہیں لیکن جو تسلی اور تشفی ''انوارِ مرتضوی'' میں حضرت اعلیٰ غلام مرتضیٰ بیر بلوی قدس سرہ کی اس تحریر سے ہوتی ہے وہ بڑی بڑی کتابوں سے بھی نہیں ہوتی۔ یہ اہلسنّت کے ایک مسلمہ محقق کا قول ہے جو یقیناً اس سلسلے میں قولِ فیصل کی حیثیت رکھتا ہے۔ اور ہم اسی پر ''رسائلِ مرتضوی'' کا یہ تعارف بھی ختم کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔

حرفِ سپاس:

تاہم یہاں چند گرامی قدر شخصیات کا شکریہ ادا کرنا ضروری ہے، جنہوں نے رسائلِ مرتضویہ کی ترتیب وتدوین اور طباعت واشاعت میں خصوصی دلچسپی کا مظاہرہ فرمایا۔

سب سے پہلے محبوب الاولیاء، حضرت صاحبزادہ پروفیسر محبوب حسین صاحب دامت فیوضہم القدسیہ ہمارے خصوصی شکریہ کے مستحق ہیں جنہوں نے ان رسائل مبارکہ کی ترتیب و ترجمہ کے سلسلہ میں ہماری سب سے زیادہ حوصلہ افزائی فرمائی۔ صاحبزادہ صاحب کو اپنے آباء واجداد بالخصوص حضرت اعلیٰ قدس سرہٗ کے احوال و مقامات اور علوم و معارف سے جو والہانہ محبت ہے، وہ محتاجِ بیان نہیں۔ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ انہیں عمرِ خضر بخشے اور ان کے فیوضات ظاہرہ و باطنہ کو زیادہ سے زیادہ عام فرمائے۔

اس کے ساتھ ہی ہم استاذ العلماء حضرت مولانا علامہ ظہور احمد جلالی دامت برکاتہم العالیہ بانی و مہتمم دارالعلوم محمدیہ اہلسنّت مانگا منڈی کے بھی بے حد ممنون ہیں جنہوں نے شبانہ روز محنت وریاضت سے ان تاریخی وقیمتی رسائل علمیہ کی تخریج کا مشکل اور گراں بہا فریضہ خوش اسلوبی سے سرانجام دیا۔ اللہ تعالیٰ وتقدس ان کے علم وعمر میں برکت عطا فرمائے اور ان کے فیوضاتِ علمی وروحانی سے ملت اسلامیہ کو زیادہ سے زیادہ مالا مال فرمائے۔

اور آخر میں فاضل جلیل حضرت مولانا صاحبزادہ محمد طاہر شہزاد سیالوی صاحب زید شرفہٗ اور عالم نبیل جناب مولانا حافظ محمد کاشف جمیل زید قدرہٗ کا شکریہ ادا کرنا بھی ہمارا اخلاقی فرض ہے جنہوں نے دن رات ایک کر کے اور زرِ کثیر صرف کر کے رسائلِ مرتضویہ کی بروقت خوبصورت اشاعت کو ممکن بنایا۔ اللہ جل مجدہٗ ان کے علم وعمر میں برکت اور ان کے کاروبار کو بیش از بیش وسعت اور فراوانی عطا فرمائے۔

ایں دعا از ما و از جملہ جہاں آمین باد

سالک ذوالنور

حفظہ اللہ عن کل محظور

قدوۃ الاولیاء، زبدۃ العلماء، حضرت اعلیٰ

مولانا خواجہ غلام مرتضیٰ بیربلوی قدس سرہٗ

عظیم شخصیت:

قدوۃ الاولیاء زبدۃ العلماء حضرت اعلیٰ مولانا خواجہ غلام مرتضیٰ بیربلوی قدس سرہٗ کا شمار دورِ متاخر کے ممتاز ترین علماء کرام اور جلیل القدر مشائخ عظام میں ہوتا ہے۔ آپ کے علمی مقام ومرتبہ کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ آپ کی مختلف عربی کتب (۱) کو پنجاب یونیورسٹی کے کئی طلباء و طالبات نے ایم اے اور ایم فل (عربی) کے تحقیقی مقالات کے طور پر مرتب کیا ہے۔ اس وقت پنجاب یونیورسٹی میں آپ کی ایک کتاب ''شمس الضحٰی شرح بدر الدجی فی حدیث المصطفٰی علیہ التحیۃ والثناء''(۲) کو ادارہ معین الاسلام بیربل شریف اور جامعہ نظامیہ لاہور کے سابق طالب علم مفتی محمد اکرم نظامی پی ایچ ڈی مقالہ کے طور پر مدون کر رہے ہیں۔

ایک مضبوط علمی پس منظر کے حامل ہونے کے ساتھ ساتھ آپ ایک مستقیم الاحوال صوفی اور راسخ العقیدہ سُنی بزرگ اور حنفیت وسنیت کے زبردست داعی اور علمبردار تھے۔ حضرت مولانا عبدالحکیم شرف قادری علیہ الرحمۃ نے ''تذکرہ اکابر اہلسنّت'' میں آپ کا خصوصیت کے ساتھ ذکر کیا ہے اور آپ کی راسخ العقیدگی اور سلامت فکری وعملی کے متعدد شواہد وبراہین پیش کیے ہیں۔ (۳)

خاندانی پس منظر:

حضرت اعلیٰ بیر بلوی رحمۃ اللہ علیہ ۱۲۵۱ھ/۱۸۳۵ء میں بیر بل شریف تحصیل شاہ پور ضلع سرگودھا کے مشہور و معروف علمی و دینی گھرانے میں پیدا ہوئے۔(۴) آپ کے والد ماجد حضرت مولانا محمد اسلم رحمۃ اللہ علیہ عالم باعمل اور عارف کامل تھے۔(۵) آپ کے جد امجد حضرت مولانا صدر الدین (۶) کے علاوہ آپ کی جدۂ محترمہ بھی عالمہ وفاضلہ تھیں۔ مشکوٰۃ شریف کا جو نسخہ اس قابل صد احترام خاتون نے اپنے قلم سے لکھا اب تک کتب خانہ عالیہ میں محفوظ ہے اور حضرت مولانا محبوب عالم سوہاوی رحمۃ اللہ علیہ کی نظر سے گزرا ہے چنانچہ وہ اپنی مشہور مثنوی ''نور الابصار'' میں فرماتے ہیں۔

نیست علم فقط بقول رجال ۔۔۔ حافظہ و عالمہ مستورہ حال

دفتر مشکوٰۃ کہ من خواندہ ام ۔۔۔ از قلم جدہ اش آمد رقم

☆ اس خاندان میں علم صرف مردوں تک ہی محدود نہیں رہا بلکہ کئی خواتین حافظہ وعالمہ ہوئی ہیں۔

☆ میں نے مشکوٰۃ شریف کے ایک نسخہ کا مطالعہ کیا ہے جو آپ (حضرتِ اعلیٰ) کی جدۂ محترمہ کے قلم سے لکھا ہوا ہے۔(۷)

تعلیم وتربیت:

حضرت اعلیٰ غلام مرتضیٰ قدس سرہٗ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کی اور جلد ہی تعلیم کلام اللہ سے فارغ ہو کر فارسی نظم سکندر نامہ اور فتاویٰ صلوٰۃ مسعودی تک کی کتابیں انہی سے پڑھیں۔ ابھی کم سن ہی تھے کہ والد بزرگوار کا انتقال ہو گیا۔ ''انوارِ مرتضوی'' جو آپ کا اولین اور مستند ترین تذکرہ ہے، میں ہے کہ وصال کے وقت کسی مخلص نے اُن سے کہا کہ اپنے اکلوتے نورِ نظر کو کسی کی کفالت میں دے جائیں۔ اس نیک نفس اور

111 ص

توکل شعار مردِ خدا نے آسمان کی طرف دیکھا اور فرمایا حوالہ بخدا۔ اس مخلص نے تین مرتبہ اپنی تجویز دہرائی اور تینوں مرتبہ آپ نے یہی جواب دیا۔ (۸)

سپردم بتو مایۂ خویش را　　تو دانی حساب کم و بیش را

والد گرامی کے وصال کے بعد تکمیل علوم کے لیے لِلّٰہ شریف (تحصیل پنڈ دادنخان، ضلع جہلم) گئے اور امام الاولیاء مقدام العلماء حضرت اعلیٰ حضرت مولانا خواجہ غلام نبی لِلّٰہی قدس سرہٗ کے آگے زانوئے تلمذ تہہ کیا اور بہت تھوڑے عرصہ میں تحصیل علوم سے فارغ ہو گئے (۹)۔

بیعت و اجازت:

دورانِ طالب علمی میں قدوۃ السالکین، زبدۃ العارفین حضرت مولانا خواجہ غلام محی الدین قصوری دائم الحضوری قدس سرہٗ جو آپ کے استاذ فیض ملاذ کے پیرو مرشد بھی تھے، سے شرفِ بیعت حاصل کیا۔ حضرت قصوری نے ابتدائی تلقین اور توجہ کے بعد مزید تربیت و تکمیل کے لیے آپ کے استاذ گرامی حضرت لِلّٰہی کے سپرد کر دیا (۱۰)۔ حضرت لِلّٰہی نے اس ہونہار طالب و سالک کو بہت جلد علم و عرفان کی انتہائی بلندیوں تک پہنچا دیا اور بیک وقت سند فضیلت اور دستارِ خلافت سے نواز کر وطن مالوف واپس جا کر مدرسہ و خانقاہ قائم کرنے کا حکم دیا اور برکت کے لیے اپنے چند طلبہ کو بھی تحصیل علوم کے لیے ان کے ساتھ روانہ کر دیا۔ (۱۱)

درس و تدریس:

استاذ و مرشد کے حکم کے مطابق آپ نے آتے ہی تدریس و تعلیم اور دعوت و ارشاد کا بازار گرم کر دیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے آپ کی شہرت دُور دُور تک پھیل گئی اور طالبان علم و عرفان کا اس قدر ہجوم ہونے لگا کہ مسجد و مدرسہ اور خانقاہ میں تِل دھرنے کو جگہ نہ ملتی تھی۔ (۱۲)

تلامذہ وخلفاء:

عوام الناس کی ایک کثیر تعداد میں فیض یابی کے ساتھ ساتھ آپ سے علمی وروحانی استفادہ کرنے والوں میں جلیل القدر علماء، ادباء، شعراء اور مشائخ بھی شامل ہیں۔ جن میں حضرت مولانا محبوب عالم سوہاوی رحمۃ اللہ علیہ (جن کی عربی کتاب ''تفسیر سورۃ الفجر'' کو پنجاب یونیورسٹی میں ایم اے عربی کے ایک طالب علم نے تحقیقی مقالہ کے طور پر مرتب کیا ہے) (۱۳) حضرت قاضی غلام محمد شاہپوری، حضرت پیر سلطان سکندر شاہ خوشابی، حضرت قاضی عطاء محمد نلوی، حضرت میاں اللہ دین خوشابی، حضرت مفتی شاہ عالم بیر بلوی، حضرت مولانا شمس الدین سیہروی، حضرت مولانا نور الدین دہالوی، حضرت قاری اللہ بخش فیض پوری اور حضرت صوفی محمد ابراہیم قصوری (مصنف خزینۂ معرفت) کے علاوہ سرہند شریف کے سجادہ نشین حضرت صاحبزادہ سید احمد حسنؒ اور قصور شریف کے سجادہ نشین حضرت پیر سید محمد شاہ قصوری (۱۴) وغیرہ خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔

اولاد واحفاد:

آپ کے صاحبزادگان میں حضرت ثانی مولانا احمد سعید، حضرت مولانا محمد سعید اور حضرت مولانا غلام رسول نے آپنے عظیم والد نامدار کے نقش قدم پر چلتے ہوئے تعلیم وتعلّم اور دعوت وارشاد کا سلسلہ جاری رکھا۔ ''انوارِ مرتضوی'' کے مطالعہ سے ان کے حالات و مقامات کا بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ دورِ حاضر میں ان کے نبیرگان میں حضرت خواجہ صاحبزادہ محمد عمر (۱۵) اور حضرت مولانا خواجہ فخر الدین (۱۶) آسمان علم وعرفان پر آفتاب و ماہتاب بن کر چمکے ہیں۔

وصال مبارک:

سپہر علم وروحانیت کا یہ آفتاب جہاں تاب ۱۵/رجب المرجب ۱۴۲۱ھ/۱۸

اکتوبر ۱۹۰۱ء کو غروب ہوا۔ متعدد اہل علم وفن نے مختصر اور طویل قطعات اور مثنویات عربی و فارسی و اردو میں آپ کی تاریخ وفات کہی ہے۔ ان میں حضرت حکیم مولانا عبدالرسول بکھروی مصنف ''انوارِ مرتضوی'' کی طرف سے بھی کئی طویل و مختصر نظموں میں آپ کی تاریخ وفات کہی گئی ہے۔ جن میں سے ایک یہ ہے:

بسوز دل بگفتا عبد تاریخ — کہ شد از ماتہاں شمس جہاں تاب

۱۳۲۱ھ (۱۷)

غیر مقلدیت کا ردّ:

جیسا کہ گذشتہ سطور میں بیان کیا جا چکا ہے کہ حضرت اعلیٰ مولانا خواجہ غلام مرتضیٰ رحمۃ اللہ علیہ ایک راسخ العقیدہ سنی حنفی عالم و عارف تھے۔ آپ نے جس دور میں تعلیم و تربیت اور دعوت و ارشاد کا سلسلہ شروع کیا یہ وہ دور تھا جب برصغیر پاک و ہند میں انکارِ تقلید کے فتنے نے سر اٹھایا اور اس کی زد میں بڑے بڑے مدعیانِ علم آ گئے۔ یہ اسلام کی دینی تاریخ کا ایک توجہ طلب پہلو ہے کہ رفض و خروج کا فتنہ ہو یا اعتزال و انحراف کا، انکار حجیت حدیث کا فتنہ ہو یا انکارِ ختم نبوت کا، سب کے پیچھے اور سب کی تہہ میں یہی انکار تقلید کا جذبہ کارفرما نظر آتا ہے۔

علماءِ حق نے ہر دور میں ہمیشہ اشاعتِ علوم، تعمیر اخلاق اور اصلاح رسوم کے ساتھ ساتھ تصحیح عقائد کا فریضہ بھی سرانجام دیا ہے اور حمایت سنت اور ردِ بدعت کا جوش و خروش سے مظاہرہ کرتے ہوئے ہر قسم کے فکری اور اعتقادی فتنوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا ہے۔ حضرت اعلیٰ مولانا خواجہ غلام مرتضیٰ بیربلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنے فکر و عمل سے علماء کے اس تاریخی کردار کو زندہ رکھا اور اسلاف کی اس عظیم روایت کو آگے بڑھاتے ہوئے اپنے استاذ و مرشد حضرت مولانا خواجہ غلام نبی للٰہی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ مل کر خاص طور پر غیر مقلدیت اور قادیانیت کے فتنوں کا زبردست رد کیا اور اپنے زیر اثر علاقے (مغربی و وسطی

پنجاب) میں اپنی خداداد بصیرت وفراست اور عدیم المثال ہمت وکوشش سے ان کے آگے بند باندھ دیا۔

حضرت اعلیٰ پیر بلوی قدس سرہٗ نے اپنے استاد ومربی حضرت اعلیٰ للٰہی علیہ الرحمۃ کی اس سلسلے میں کس طرح اخلاقی وروحانی تائید وحمایت کی، اس کا اندازہ ذیل کے واقعہ سے بھی ہوتا ہے۔ جو اگرچہ ''انوارِ مرتضوی'' میں بھی مذکور ہے لیکن ہم اسے اپنے شیخ طریقت قدس سرہٗ کے قلم اعجاز رقم سے پیش کرنا چاہیں گے۔ و ھو ھذا

''آپ کے تربیتی مرشد حضرت غلام نبی للٰہیؒ تھے۔ اصل بیعت حضرت غلام محی الدینؒ قصوری سے تھی۔ تعلیم حضرت للٰہی سے پائی تھی۔ اکثر جب کوئی معاملہ باطنی پیش آجاتا تھا، تو وہ آپ سے دریافت فرماتے۔ ایک بار ایک مقدمہ غیر مقلدین میں چند عالم علاقہ ملزم تھے۔ جن میں ایک حضرتؒ للٰہی بھی تھے۔ اور جہلم میں عدالت تھی۔ صاحب عدالت کا رویہ ہمارے علماء کے برخلاف تھا۔ لِلٰہ شریف سے حضرت للٰہی رخصت ہونے لگے۔ تو انہوں نے فرمایا۔ معلوم نہیں اب قید ہوتے ہیں یا خلاصی پاتے ہیں۔ کیونکہ حاکم کا رویہ ہمارے خلاف ہے۔ تو حضرت پیر بلویؒ پاس کھڑے تھے۔ جوش میں آکر فرمایا: آپ کو کون قید کرسکتا ہے؟ آخر وہی بات ہوئی اور بری ہو کر گھر تشریف لائے۔''(۱۸)

استاد ومربی کی تائید وحمایت کے علاوہ حضرت اعلیٰ قدس سرہٗ نے اپنے طور پر بھی غیر مقلدیت کے فتنہ کا تعاقب جاری رکھا اور حنفیت کے تحفظ ودفاع کا فریضہ ہمت وجرأت اور حکمت وتدبر سے سرانجام دیا۔ ''انوارِ مرتضوی'' میں آپ کی غیر مقلدین کے ساتھ کئی دلچسپ بحثیں مذکور ہوئی ہیں جو بے حد ایمان افروز اور چشم کشا ہیں۔ ان میں سے چند ایک

ذیل میں توضیح مدعا کے لیے نقل کی جاتی ہیں:

غیر مقلدوں کے ساتھ مباحثے:

آپ کے زمانہ میں غیر مقلدوں کا بڑا زور و شور ہو گیا۔ ان کے ساتھ چند دفعہ آپ کو بحث مباحثہ کا اتفاق ہوا۔ آپ کے انفاس قدسیہ کی برکت سے حق تعالیٰ نے ان اطراف سے ان کا قلع قمع کر دیا۔ سب سے بڑی بحث مقام کوٹ بھائی خان نزد بیربل شریف میں ہوئی۔ بحث کی خبر سن کر دُور دُور سے خلقت جمع ہوئی۔ حفظِ امن کے واسطے حکام کی طرف سے بذریعہ رسالدار انتظام کرایا گیا۔ غیر مقلدین کا سرگروہ جو بڑی دھوم دھام سے آیا تھا اور جس کو اپنی ہندوستان کی تعلیم کا بڑا گھمنڈ و تکبر تھا اور بہت سے لوگوں کو اپنا ہم خیال کر لیا تھا، حضرت قبلہؒ نے دو تین باتوں میں لاجواب اور ساکت کر دیا۔

بحث آمین بالجہر:

آمین بالجہر کے مسئلہ میں بحث ہوئی، جس کا باعث یہ تھا کہ غیر مقلدوں نے جا بجا بڑی زور سے امام کے پیچھے آمین پکارنا شروع کر دیا۔ حنفی لوگوں کو یہ نیا معاملہ گراں معلوم ہوا۔ عالموں کے پاس جھگڑے شروع ہو گئے۔ آخر اس بحث تک نوبت پہنچی کہ حنفیوں کی طرف سے حضرت قبلہؒ سرگروہ علماء و فضلاء تھے۔ آپ کے ساتھ ہی بحث کا معاملہ پڑا۔ مقابل کو آپ نے فرمایا کہ آمین بالجہر کہنے کے بارے میں تمہارے پاس کیا سند ہے؟ اُس نے کہا کہ صحیح بخاری میں آتا ہے۔ حضرت نے فرمایا، دکھاؤ کہاں آتا ہے؟ اس نے صحیح بخاری سے باب الجہر بالتامین نکالا۔ حضرت نے فرمایا کہ یہ تو امام بخاری کا قول ہے وہ ہم پر حجت نہیں ہو سکتا۔ پیغمبر خدا ﷺ کا قول دکھاؤ۔ اس نے اسی باب کی حدیث پڑھی، جس میں آتا ہے کہ:

اِذَا قَالَ الْاِمَامُ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ وَلَا الضَّآلِّیْنَ فَقُوْلُوْا اٰمِیْنَ

حضرت نے فرمایا کہ آمین تو ہم بھی کہتے ہیں اور اس حدیث سے تو صرف یہی مستفاد ہے کہ جب امام وَلَا الضَّالِّيْنَ کہے تم آمین کہو۔ جہر کا لفظ حدیث میں کوئی نہیں آیا۔ مقابل نے کہا کہ جہاں قُوْلُوْا کا لفظ آئے وہاں جہر مراد ہوتا ہے۔ حضرت نے فرمایا ایک حدیث میں آگے یہ الفاظ بھی ہیں:

اِذَا قَالَ الْاِمَامُ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ قُوْلُوْا رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ۔(۱)

اس حدیث میں بھی قُوْلُوْا کا لفظ ہے اور جہر مراد نہیں اور تم لوگ بھی رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ جہر سے نہیں کہتے۔ مخالف چپ ہو گیا اور گھبرا کر کہا کہ ہم اس بات کا جواب پھر کسی وقت دیں گے۔ اب ہماری طبیعت گھبرا گئی ہے۔ یہ کہہ کر مجلس سے اٹھ کھڑا ہوا اور رات کے وقت بھاگ کر چلا گیا۔

آمین بالجہر کے بارے میں دوسری بحث

اسی مسئلہ میں ایک اور غیر مقلد نے آپ کے پاس ترمذی کی وہ حدیث پڑھی، جس میں آتا ہے: رَفَعَ بِهَا صَوْتَهٗ

یعنی آنحضرت ﷺ نے آمین کہی اور بلند کیا ساتھ اس کے آواز اپنا۔ حضرت قبلہ نے فرمایا کہ یہ تو ہم مانتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بآواز بلند آمین کہی مگر آنحضرت ﷺ کا کہنا تعلیم کے لیے تھا اور یہ بات تمہارے مقصد کو مفید نہیں ہو سکتی۔ کسی حدیث میں یہ دکھاؤ کہ آنحضرت ﷺ نے مقتدیوں کو آمین بالجہر کہنے کے لیے ارشاد فرمایا ہو یا آنحضرت صلعم کے پیچھے مقتدیوں نے کبھی آمین بالجہر کہی ہو۔ غیر مقلد یہ سن کر چپ ہو گیا اور کوئی جواب نہ دیا۔

۱۔ سنن نسائی شریف، ج ۱، ص ۱۴۶

فاتحہ خلف الامام نہ پڑھنے کی دلیل

اسی طرح ایک دفعہ ایک اور غیر مقلد نے آپ کے ساتھ آمین کے بارے میں یہی حدیث اِذَا قَالَ الْاِمَامُ وَلَا الضَّالِّيْنَ قُوْلُوْا اٰمِيْنَ پڑھ کر گفتگو کی۔ جب اس مسئلہ میں ساکت ہوا تو پھر کہا کہ فاتحہ خلف الامام نہ پڑھنے کی آپ کے پاس کیا دلیل ہے؟ آپ نے فرمایا کہ علاوہ اور دلائل کے یہی حدیث بڑی پختہ دلیل ہے۔ اس سے صاف ثابت ہو رہا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے مقتدی کو فاتحہ پڑھنے سے روکا اور صرف امام کے فاتحہ ختم کرنے پر آمین بآواز آہستہ کہنے کا حکم فرمایا۔ یہ جواب سن کر سائل حیران ہو گیا اور حضرت قبلہ کے تبحر کا قائل ہوا۔

تاویل کی اہمیت وضرورت

ایک دفعہ ایک اور غیر مقلد آیا اور گفتگو شروع کر دی۔ زیادہ زور اس بات پر دیا کہ آیت اور حدیث میں تاویل نہ کرنی چاہیے۔ حنفی لوگ تاویلیں بہت کرتے ہیں۔ حضرت قبلہ نے فرمایا کہ هُوَ الْاَوَّلُ وَ الْاٰخِرُ وَ الظَّاهِرُ وَ الْبَاطِنُ الآية میں تاویل نہ کرو اور تناقض رفع کر دو۔ بیچارے نے بہت ہاتھ پاؤں مارے مگر کوئی شافی جواب نہ دے سکا۔ آخر لاجواب ہو کر چلا گیا۔

اسی طرح ایک اور کو فرمایا کہ مَنْ كَانَ فِیْ هٰذِهٖۤ اَعْمٰى فَهُوَ فِی الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى الآية میں تاویل نہ کرو اور ظاہری معنی صحیح صحیح بتا دو۔

ایک اور غیر مقلد سے مباحثہ (عامل بالحدیث کے دعویٰ کی حقیقت)

اسی طرح ایک اور غیر مقلد مولوی کتب فروشی کے لیے ہر سال بیربل شریف آتا اور حضرتؒ کے پاس بیٹھ کر اپنے خیالات کی تائید کے لیے بات چیت شروع کر دیتا تھا۔ ایک دفعہ حضرتؒ نے فرمایا کہ ہم تم سے ایک بات پوچھتے ہیں، اس کا جواب دو۔ تم لوگ

اپنے آپ کو محدث اور عامل بالحدیث کہلاتے ہو اور نمازِ تراویح تمہارے نزدیک آٹھ رکعت مسنون ہیں اور بیس رکعت بدعت کہتے ہو۔ اور یہ بھی تم مانتے ہو کہ حضرت امیر عمر رضی اللہ عنہ نے بیس رکعت تراویح پڑھیں اور جملہ صحابہؓ نے ان کے پیچھے بیس ہی پڑھیں۔ تو بقول تمہارے سب اصحاب مرتکبِ بدعت ہوئے اور جو شخص مرتکب بدعت ہو دینیات میں اس کی بات قابلِ اعتبار نہیں ہوتی۔ بنابریں جملہ مرویات ان کے قابلِ اعتبار نہ رہے یعنی کوئی حدیث قابلِ اعتبار نہ رہی۔ پس تمہارے عقیدہ کے مطابق جب حدیثیں قابلِ اعتبار ہی نہیں بن سکتیں تو تم کس طرح محدث اور عامل بالحدیث بن سکتے ہو۔ مولوی مذکور سن کر چپ ہو گیا۔ اور دیر کے بعد کہا کہ میں اپنی جماعت پر یہ سوال کروں گا اور اس کا جواب دوسری دفعہ آ کر آپ کو دوں گا۔ آپ نے فرمایا کہ تم کو سال کی مہلت ہے بے شک تحقیقات کرو اور جواب دو۔ دوسرے سال پھر آیا تو حضرت قبلہ نے ہنس کر فرمایا کہ میاں ہمارے سوال کا جواب ملا یا نہیں۔ عرض کی کہ حضرت اس دفعہ تو تحقیقات کرنے کا اتفاق نہیں ہوا، پھر عرض کروں گا۔ آپ نے فرمایا کہ تم کو پھر سال کی مہلت ہے، غرض کہ وہ ہر سال آتا تھا اور حضرت یاد دلاتے تھے۔ یہ کہتا تھا کہ حضرت ابھی تو جواب میسر نہیں ہوا۔ الغرض آپ نے جس پر سوال کیا ایسا کیا کہ اس کو جواب نہ آیا اور جس کسی نے آپ پر سوال کیا، ایسا مختصر اور شافی جواب ارشاد فرمایا کہ اس کو بجز سکوت اور کوئی نہ سوجھی۔ (۱۹)

مناظرہ کھڑ:

اوپر کے مندرجات سے واضح ہے کہ حضرت اعلیٰ پیر بلوی رحمۃ اللہ علیہ کو درس و تدریس، دعوت وارشاد اور تصنیف و تالیف کے ساتھ ساتھ فن بحث و نظر (مباحثہ و مناظرہ) میں بھی ید طولیٰ حاصل تھا۔ خاص طور پر غیر مقلدین کے ساتھ آپ کے کئی کامیاب مناظروں کا ذکر صاحبِ ''انوارِ مرتضوی'' کے علاوہ ''تذکرہ حضرت اعلیٰ'' کے مصنف ترجمانِ حقیقت حضرت اقدس خواجہ صاحبزادہ محمد عمر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی کیا ہے۔

منجملہ ان میں سے کُٹھ کا ایک یادگار مناظرہ ہے جس کا ذکر ہمارے شیخ طریقت ترجمان حقیقت حضرت صاحبزادہ محمد عمر علیہ الرحمۃ نے بدیں الفاظ کیا ہے۔

''یہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی بڑی کرامت تھی کہ آپؒ نے جس سے بحث کی وہ پھر ہمیشہ کے لیے ہار گیا۔ جس کی مثال کُٹھ کا مباحثہ ہے۔ وہ بھی ہندوستان سے فارغ ہو کر آئے تھے اور غیر مقلدانہ رنگ لے کر آئے تھے۔ غالبًا یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئًا للہ پر بحث ہوئی۔ آپؒ مقابل طرف نہ تھے بلکہ ثالث تھے۔ بعض اوقات جب اپنا کمزور پہلو ہمارے عالم پیش کرتے تھے تو ان کی رہنمائی فرماتے تھے۔ ایک بار ایک حریف مولوی صاحب نے کہا کہ آپ ثالث ہیں۔ فرمایا کہ ثالِث بھی ہوں اور حریف بھی ہوں۔ مجھے حق ہے کہ اپنے عالم کی رہنمائی کروں۔'' (۴۰)

حکیم نور الدین بھیروی کی تاریخی شکست:

ان میں سے ایک اور تاریخی مناظرہ کوٹ بھائی خاں (جو بیربل شریف سے چند کلومیٹر کے فاصلے پر جھاوریاں، شاہ پور روڈ پر واقع ہے) میں حکیم نور الدین بھیروی کے ساتھ ہوا۔ یہ بھی لمحۂ فکریہ ہے جس کا ذکر ہم سطورِ بالا میں اشارۃً کر چکے ہیں کہ حکیم نور الدین جو بعد میں مرزا قادیانی کا نام نہاد خلیفہؑ اول بھی بنا، تعلیم سے فراغت کے بعد سب سے پہلے انکارِ تقلید کے فتنہ میں مبتلا ہوا اور کوٹ بھائی خاں میں غیر مقلدین وہابیہ کی طرف سے مناظرہ کے لیے آیا۔ حضرت اعلیٰ غلام مرتضٰی بیربلوی رحمۃ اللہ علیہ بنفس نفیس اس کے خلاف میدانِ مناظرہ میں اترے اور اسے ایسی شکست فاش دی کہ وہ راتوں رات کوٹ بھائی خاں سے بھاگ گیا۔ بلکہ اس کے بعد ہمیشہ کے لیے بھیرہ کو بھی خیر باد کہہ گیا۔

اس تاریخی مناظرہ کی کچھ تفصیل حضرت اعلیٰ کے نبیرۂ معظم اور نائب اعظم

حضرت اقدس صاحبزادہ محمد عمر بیربلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ''تذکرہ حضرت اعلیٰ'' میں بھی دی ہے جس کا اعادہ قارئین کے لیے دلچسپی سے خالی نہیں ہوگا۔

'' حکیم نورالدین جو مرزائیت کے خلیفہ اول تھے، اپنے مسکن بھیرہ میں مقیم تھے اور علمیت کے بل بوتے پر وہ حنفیت سے وہابیت میں چلے گئے تھے۔ ان کے علم کا کسے انکار ہے؟ اور وہ اپنے دینی علوم میں یگانۂ روزگار تھے حتیٰ کہ علم نے ہی ان کو تباہ و برباد کیا (قَالَ اِنَّمَا اُوْتِیْتُهٗ عَلٰی عِلْمٍ) کے مطابق وہ ایسے گرے کہ سنبھل نہ سکے۔ کوٹ بھائی خان میں اپنی وہابی برادری میں آئے اور کسی مسئلہ کی چھیڑ چھاڑ شروع ہوئی۔ کوٹ بھائی خان بیربل سے دومیل کے فاصلے پر ہے۔ مقامی مسلمان حضرت اقدس کو ان سے بات چیت کے لیے لے گئے۔''

آمین بالجہر'' کا جھگڑا تھا۔ ہمارے حضرت نے فرمایا کہ کیوں بلند آواز سے آمین کہی جائے؟ کہا بخاری شریف میں آتا ہے:

وَ اِذَا قَالَ الْاِمَامُ وَلَا الضَّآلِّیْنَ قُوْلُوْا آمِیْنَ۔

بخاری کا طریقہ ہے کہ قُوْلُوْا کا لفظ استعمال کرے تو اس لفظ سے مقصود بلند آواز سے کہنا ہوتا ہے تو جھٹ آپ نے فرمایا کہ بخاری میں آتا ہے:

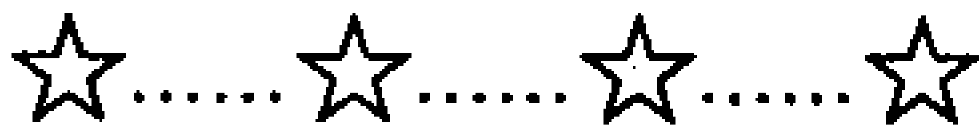
وَ اِذَا قَالَ الْاِمَامُ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ قُوْلُوْا رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ۔

پھر کیوں بلند آواز سے رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ نہیں کہلجاتا؟

اس پر ایک اور حدیث حکیم نورالدین نے پڑھی۔ آپ نے فرمایا: یہ کس کتاب میں ہے؟ حکیم صاحب نے کہا بخاری میں۔ آپ نے

فرمایا بخاری میں نہیں۔ اس پر وقتِ شام ہو گیا اور دوسرے دن پر بحث ٹھہری۔ لیکن حضرت کو بعد میں خیال آیا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ موجود ہو۔ آپ نے رات بھر میں تمام بخاری آنکھوں سے نکال دی اور وہ حدیث نہ پائی۔ لیکن حکیم صاحب راتوں رات بھیرہ چلے گئے اور میدان ایسا ہار گئے کہ بھیرہ کی اقامت بھی ہمیشہ کے لیے ترک کر دی۔ یہ حضرت (اعلیٰ) رحمۃ اللہ علیہ کی بڑی کرامت تھی کہ آپ نے جس سے بحث کی وہ پھر ہمیشہ کے لیے ہار گیا۔‘‘(۲۱)

(مزید معلومات کے لیے ضمیمہ جات نمبر ۱ اور نمبر ۲ ملاحظہ کریں۔)



اشارات:

۱۔ اب تک حضرت اعلیٰ قدس سرہٗ کی جن عربی کتب پر پنجاب یونیورسٹی میں ایم اے، ایم فل (عربی) کے تحقیقی مقالات لکھے گئے ہیں، ان کی تفصیل حسب ذیل ہے:

i۔ تفسیر سورۃ الہاکم التکاثر ii۔ ہدیۃ السالکین iii۔ تذکرۃ المھمات

iv۔ کتاب شمس الضحٰی شرح بدر الدجٰی فی حدیث المصطفٰی علیہ التحیۃ والثناء (عربی) پہلی دو کتابوں کو ایم اے (عربی) اور اس کے بعد کی کتابوں کو ایم۔ فل (عربی) کے تحقیقی مقالہ کے طور پر مرتب و مدون کیا گیا ہے۔

۲۔ الحمد للہ! ہم نے اس کتاب مستطاب کو اردو میں بھی منتقل کر دیا ہے جو ان شاء اللہ عنقریب منظر عام پر آ رہا ہے۔ اس سے پہلے ہم آپ کی ایک مختصر کتاب ''نزہۃ الناظرین و بہجۃ الطالبین'' شرح روض الریاحین فی کلام سید المرسلین صلوات اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین کو بھی اردو میں گلدستۂ احادیث کے نام سے منتقل کر چکے ہیں۔ مجھے حضرت صاحبزادہ پروفیسر محبوب حسین صاحب مدظلہ العالی نے المکتبۃ المرتضویہ بیربل شریف سے شائع کر دیا ہے۔

۳۔ علامہ شرف صاحب کا یہ تاریخی مضمون آخر میں ضمیمہ جات میں موجود ہے۔

۴۔ یہ خاندان عالی شان اعوان کہلاتا ہے اور اوپر جا کر سلطان العارفین حضرت سلطان باہو علیہ الرحمۃ کے آباء واجداد سے جا ملتا ہے۔ وادیٔ سون جو اس وقت ضلع خوشاب میں ہے، سے نقل مکانی کر کے قصبہ جھاوریاں کے ایک قریبی موضع چک موسیٰ میں آ کر آباد ہو گیا۔ جہاں حضرت مولانا مفتی علیم اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تعلیم و تدریس کے ساتھ ساتھ دعوت و ارشاد کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔ ہمارے ایک بزرگ برادرِ طریقت حضرت مولانا عبدالخالق صاحب بھروی علیہ الرحمۃ نے اپنی یادداشت میں جو انہوں نے راقم سطور کو بھجوائی، لکھا ہے کہ ان کے جد چہارم، شیخ الحدیث حضرت مفتی علیم اللہ صاحب کے شاگرد تھے، جنہوں نے ایک قلمی کتاب ''البدور السافرہ'' پر اپنے استاد کے افادات املا کیے تھے، جس کی ایک نقل ان کے پاس موجود و محفوظ ہے۔

(۵) حضرت مولانا حافظ محمد اسلم صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت اعلیٰ قدس سرہٗ کے والد بزرگوار بہت

بڑے عالم دین اور عارف کامل تھے۔ انوارِ مرتضوی میں ان کا ذکر ان الفاظ میں کیا گیا ہے:

" ظاہر و باطن میں کامل مکمل اور صلاحیت و تقویٰ میں بے مثل تھے۔ حضرت قبلہ کی زبان درفشاں سے سنا گیا کہ فقیر کے والد ماجد نہایت کریم النفس، متورع، متقی، عابد اور پارسا تھے۔ اس زمانہ میں ایسے شخص کا ملنا دشوار ہے۔" (ص ۲۲)

(۶) حضرت مولانا صدر الدین رحمۃ اللہ علیہ عالم و عارف تھے۔ ہمارے شیخ طریقت ترجمان حقیقت حضرت اقدس صاحبزادہ محمد عمر علیہ الرحمۃ نے ایک جگہ لکھا ہے کہ جب حضرت میاں شیر محمد شرقپوری قدس سرہٗ بیربل شریف آئے تو آپ (یعنی مولانا صدر الدین) کے مزارِ پُرانوار پر مراقبہ کے بعد فرمایا: " قادری سلسلہ کے بزرگ معلوم ہوتے ہیں۔" (انقلاب الحقیقت، ص ۶۶)

۷۔ انوارِ مرتضوی، ص: ۲۱ ۸۔ ایضاً، ص ۲۲

۹۔ ایضاً، ص ۲۴ ۱۰۔ ایضاً

۱۱۔ ایضاً

۱۲۔ انوارِ مرتضوی، ص ۲۴ ۱۳۔ ایضاً

۱۳۔ اسے ایم اے (عربی) کی ایک طالبہ نے ایم اے عربی میں تحقیقی مقالہ کے طور پر مرتب کرنے کا شرف حاصل کیا ہے۔

۱۴۔ تذکرہ حضرت اعلیٰ، ص

۱۵۔ شیخ طریقت ترجمان حقیقت حضرت اقدس خواجہ صاحبزادہ محمد عمر رحمۃ اللہ علیہ (م۔ ۱۹ / جماوی الاول ۲۶ اگست ۱۹۶۷ء) ایک جید و مستند عالم دین اور ایک کامل و مکمل عارف باللہ تھے۔ راقم سطور نے اپنی زندگی میں نہ آپ سے بڑا کوئی عالم دین دیکھا اور نہ ہی آپ سے بڑا کوئی ولی اللہ۔ تصوف و سلوک میں متعدد کتب و مقالات تصنیف فرمائیں۔ " انقلاب الحقیقت" آپ کی شاہکار ہے جس میں سلوک و تصوف کے دقائق و حقائق اور لطائف و معارف کو اس خوبصورتی اور مہارت سے قلم بند کیا گیا ہے کہ دورِ حاضر میں اس کی کوئی دوسری مثال نہیں ملتی۔ آپ نے روح دین (تصوف) کے احیاء و فروغ اور تحفظ و دفاع کے لیے ادارہ تصوف قائم کیا اور رسالہ "سلسبیل" جاری کیا۔ اور عالمی سطح پر شیخ طریقت کے ساتھ

ساتھ ایک صوفی مفکر و دانشور کی شہرت پائی۔

۱۶۔ قدوۃ السالکین حضرت مولانا خواجہ فخر الدین رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۹۴۶ء) میں ایک بلند پایہ عالم و عارف تھے۔ سلسلہ چشتیہ نظامیہ میں حضرت خواجہ احمد میروی قدس سرہٗ کے آخری دورِ حیات میں ان کے دامنِ عقیدت سے وابستہ ہوئے۔ اور وہ کچھ پایا کہ ایک زمانے نے پیر و مرید کی تاثیر و تاثر کی گواہی دی۔ ہمارے شیخ طریقت قدس سرہ کے ساتھ جوان کے عم بزرگوار اور استاد نامدار کے فرزند دلبند تھے۔ خواجہ صاحب کو بے حد انس تھا اور بہت سے معاملات میں شیخین کے درمیان حیرت انگیز مشابہت پائی جاتی ہے۔ جن کا ذکر ہم نے ایک تقابلی مطالعہ بعنوان ''دو بھائی ۔۔۔ دونوں عظیم'' میں تفصیل سے پیش کر دیا ہے۔ جو معین الاسلام میں شائع ہو کر شرفِ پذیرائی حاصل کر چکا ہے اور داد حوصلہ افزائی پا چکا ہے۔ ہمارے شیخ نے ایک جگہ اپنے اس عم زاد بھائی اور عمر بھر کے ساتھی کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:

برادرِ مکرم مولانا محمد فخر الدین صاحب حضرت میروی کی بیعت کے بعد ایک اچھے خاصے صوفی بن چکے ہیں اور عبادت اور ذکر و فکر میں یکساں درجہ رکھتے ہیں۔ (قرآنی حقائق و طریقت کی حقیقت، ص ۳۶)

حضرت مولانا فخر الدین کے فرزند دلنشیں حضرت حاجی معین الدین ان کے بہترین جانشین ثابت ہوئے۔ اور اب ان کے نبیرۂ معظم اور نائب اعظم حضرت مولانا صاحبزادہ پروفیسر محبوب حسین مدظلہ ان کی مسند ارشاد پر متمکن اور جلوہ افروز ہیں۔ ادارہ معین الاسلام انہی کے فیضان علمی و روحانی کا نشان ہے جو اس وقت بحمد اللہ وطن عزیز کے نامور دینی اداروں میں شمار ہوتا ہے۔

۱۷۔ تذکرہ حضرتِ اعلیٰ، ص ۶۔۷

۱۸۔ قرآنی حقائق ''طریقت کی حقیقت'' ص ۹۷

۱۹۔ انوارِ مرتضوی، ص

۲۰۔ تذکرۂ حضرت اعلیٰ، ص ۷

۲۱۔ ایضاً

رؤیت باری تعالیٰ

حدیث اول

حدیث مبارک رَاَیْتُ رَبِّیْ فِیْ سِکَکِ الْمَدِیْنَةِ (میں نے اپنے رب کو مدینہ کی گلیوں میں دیکھا) کو میں نے ایک کتاب میں دیکھا ہے لیکن اس کتاب کا نام حافظہ سے نکل گیا ہے۔ اس کا معنیٰ یہ ہے کہ میں نے اپنے ربّ کو خواب میں یا بیداری میں اور مدینہ کی گلیوں میں دیکھا۔ اگر یہ فاعل کا حال ہے تو اس میں کوئی اشکال نہیں اور اگر مفعول کا حال ہے تو یہ اس کی تجلی صوری یعنی کسی صورت میں تجلی پر محمول ہے۔ کیونکہ اللہ کی تجلیات صوریہ ہوتی ہیں باوجودیکہ اس کی ذات احدیت، مثلیت سے منزّہ ہے۔ فافہم (اسے اچھی طرح سمجھ لے) اور یہ ایسے ہی ہے جیسے کہ مشکوٰۃ شریف کے باب المساجد میں آیا ہے:

رَاَیْتُ رَبِّیْ عَزَّوَجَلَّ فِیْ اَحْسَنِ صُوْرَةٍ۔ (۱)

(میں نے اپنے ربّ عزوجل کو بہترین صورت میں دیکھا)

یہاں بھی حال کے بارے میں دوگونہ احتمال پایا جاتا ہے۔ ممکن ہے کہ رائی (دیکھنے والے) کا حال ہو جو کہ حضور نبی کریم ﷺ ہیں یا مرئی (جس کو دیکھا گیا)۔ کا حال ہو جو کہ ربّ تعالیٰ و تقدس ہے۔ اور یہ گویا اس رؤیت اخروی سے ممیز کرنے کے لیے

۱۔ مشکوٰۃ شریف، ص ۶۹

ہے جس کا اہل ایمان سے وعدہ کیا گیا ہے۔ جو اہل حق کے نزدیک عین ذاتِ اقدس عزوجل سے متعلق ہوگی اور بغیر کسی کیف اور جہت کے ہوگی۔ اور جہاں تک دارالدنیا کا تعلق ہے تو یہ ذاتِ بحت جل جلالہ کے کشف عریانی کا متحمل نہیں ہے۔

شب معراج حضور جان نور ﷺ نے جو اللہ رب العزت کو دیکھا جیسا کہ اس کے قائلین کہتے ہیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ حضور ﷺ اس عالم سے بالکلیہ نکل گئے تھے اور عالم غیب میں داخل ہو گئے تھے۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ جنت میں تشریف فرما ہوئے تو بلال کے جوتوں کی آواز بھی سنی۔

تو دارِ آخرت کی شان اور صفت ایسی ہے کہ اس کا تحمل ہو سکے اور حضور ﷺ شب معراج اس کے متحمل ہو گئے۔ اور جہاں تک دنیا کا تعلق ہے تو اس میں تجلی صوری ہوتی ہے۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سامنے پہاڑ (جبل) اور درخت (شجر) پر تجلی فرمائی۔ اس مقام کے بارے میں اور بھی بہت سی تحقیقات ہیں جن کو میں نے اطناب (تفصیل) سے بچنے کے لیے چھوڑ دیا ہے۔(۱)

۱۔ مکتوب ۶۔ انوارِ مرتضوی، ص ۸۷

رؤیت باری تعالیٰ

حدیث ثانی

وَ رَاَیْتُ رَبِّیْ فِیْ سِکَکِ الْمَدِیْنَۃِ فِیْ رِدَاءٍ اَحْمَرَ

(اور میں نے اپنے رب کو مدینہ کی گلیوں میں سرخ چادر میں دیکھا)

ان خاص الفاظ کے ساتھ مجھے یاد نہیں ہے کہ یہ کسی کتاب میں فقیر کی نظر سے گزری ہو لیکن یہ حدیث رَاَیْتُ رَبِّیْ عَلٰی صُوْرَۃِ شَابٍ اَمْرَدٍ (میں نے اپنے رب کو بے ریش نوجوان کی صورت میں دیکھا) وَ رَاَیْتُ رَبِّیْ وَ عَلَیْہِ حُلَّۃٌ حَمْرَاءُ (اور میں نے اپنے ربّ کو اس حال میں دیکھا کہ اس کے اوپر سرخ پوشاک تھی) کے الفاظ کے ساتھ میں نے دیکھی ہے۔ اگرچہ یہ حدیث صحاح ستہ میں موجود نہیں لیکن بعض کتب سلوک میں فقیر کی نظر سے گزری ہے۔ علماء باطن اس قسم کی احادیث کے معانی سمجھتے ہیں اور علماءِ ظاہر کو اس بارے میں تردّد ہوتا ہے۔ بعض نے تو ان پر وضع کا حکم لگایا ہے اور بعض اس بارے میں توجیہ سے کام لیتے ہیں۔ وَلِکُلٍّ وِّجْھَۃٌ ھُوَ مُوَلِّیْھَا (ہر ایک کے لیے سمت ہوتی ہے جس کی طرف وہ پھر جاتا ہے۔)

جو کچھ علماء راسخین نے اس سلسلے میں قرار دیا ہے، وہ یہ ہے کہ بر تقدیر صحت (یعنی

اس حدیث کے صحیح ہونے کی صورت میں) اس رؤیت سے مراد رؤیت در خواب (نیند کی حالت میں رؤیت) ہے۔ اور ظاہر ہے کہ (خدا جل وعلا) جیسا کہ وہ ہے اس کی حد ذات میں اسے دیکھنا متعذر رہے۔

پس ناگزیر ہے کہ کسی صورتِ جمیلہ میں میں متجلی ہوگا یعنی تجلی فرمائے گا۔ وَهُوَ اَظْهَرُ مِنْ اَنْ يَخْفٰى اور یہ زیادہ ظاہر ہے بہ نسبت اس کے کہ مخفی ہو۔ امام صاحب سے منقول ہے کہ:

رَاَيْتُ رَبَّ الْعِزَّةِ فِي الْمَنَامِ تِسْعًا وَّ تِسْعِيْنَ مَرَّةً۔

میں نے رب العزت کو خواب میں ننانوے دفعہ دیکھا۔

اور دیگر اولیاء اللہ سے بھی اس بارے میں اسی طرح منقول ہے۔ اور خواب کا حکم دوسرا ہے۔ اسے رؤیت بصری یعنی آنکھوں کے ذریعہ مشاہدہ پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ (۱)

۱۔ مکتوب ۲۶۔ انوار مرتضوی، ص ۱۰۲۔۱۰۳

حقیقت معراج

سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی
الْمَسْجِدِ الْاَقْصَی الَّذِیْ بَارَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیَاتِنَا اِنَّہٗ
ھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ۔

سُبْحَانَ مَنْ اَسْرٰی اِلَیْہِ بِعَبْدِہٖ لِیَرٰی الَّذِیْ اَخْفَاءَ مِنْ آیَاتِہٖ
کَحُضُوْرِہٖ فِیْ غَیْبِہٖ وَ کَسُکْرِہٖ فِیْ صَحْوِہٖ وَ الْمَحْوِ فِیْ آیَاتِہٖ
وَ یَرٰی مَا اَبْدٰی لَہٗ مِنْ جُوْدِہٖ بِوُجُوْدِہٖ وَ الْفَقْدِ مِنْ ھَیْئَاتِہٖ
سُبْحَانَہٗ مِنْ سَیِّدٍ وَّ مُھَیْمِنٍ فِیْ ذَاتِہٖ وَ سِمَاتِہٖ وَ صِفَاتِہٖ

☆ پاک ہے وہ بزرگ و برتر جو اپنے بندۂ (خاص) کو رات میں لے گیا کہ وہ اس کی مخفی نشانیاں بچشم خود دیکھے۔

☆ اپنے حضور و غیب کی طرح سکر و صحو میں یکساں اور اس کی آیات (نشانیوں) میں محو ہو کر۔

☆ اور دیکھے جو وہ بزرگ و برتر اپنی جود و عطا اس پر ظاہر کرے اپنے وجود سے اور اس کی ہیئات میں گم ہو کر۔

☆ پاک ہے وہ بزرگ و برتر ہر سید و مہیمن سے اور اپنی ذات اور سمات وصفات میں۔

معلوم رہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ مجھے اور تمہیں معارجِ سعادات میں ترقی عطا فرمائے اور ہمیں حظائر کرامات تک پہنچائے کہ قصۂ اسراء ومعراج حضور سید عالم ﷺ کے مشہور ترین معجزات اور روشن ترین براہین وبینات اور قوی ترین محکمات اور صادق ترین اخبار اور عظیم ترین آیات اور مکمل ترین دلالات جو کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عموم کرامات کے ساتھ تخصیص پر دلالت کرتے ہیں، میں سے ہے۔

علماء کے درمیان اس بارے میں اختلاف رائے پایا جاتا ہے کہ کیا یہ ایک ہی اسراء (سفر وسیر) ہے جو ایک ہی رات میں بحالتِ بیداری یا خواب ہوا۔ یا یہ دو اسراء ہیں کہ ان میں سے ہر ایک اسراء ایک ہی رات میں ایک مرتبہ حضور ﷺ کی روح وبدن کے ساتھ بیداری میں اور ایک دفعہ بحالت خواب و بیداری آپ ﷺ کی روح اور جسد کے ساتھ، مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک بیداری میں اور مسجد اقصیٰ سے عرش تک خواب میں ہوا، یہ چار اسراء تھے۔

جو علماء اس کے قائل ہیں کہ یہ رؤیا منام (خواب یا حالت نیند) میں تھا، جبکہ وہ اس پر بھی اتفاق کرتے ہیں کہ انبیاء کا خواب وحی ہوتا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ مَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِیْٓ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ۔(۱)

(اور جو خواب ہم نے آپ کو دکھایا وہ صرف لوگوں کی آزمائش کے لیے تھا۔)

یہ تسلیم کرنے کے بعد کہ اس آیت کریمہ میں رؤیا سے مراد رؤیائے معراج ہے، اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ اسے رؤیا اس لیے کہا گیا ہے کہ یہ رات کو واقع ہوا۔ اور اس

۱۔ سورۃ الاسراء، آیت ۶۰

سرعت کے ساتھ جو اس امر کا تقاضا کرتی ہے کہ گویا یہ ایک خواب (منام) تھا۔ اور یہاں رؤیا سے مراد رؤیت بالعین (آنکھ کے ساتھ مشاہدہ) ہے۔ جیسا کہ امام بخاری نے اس کی تصریح کی ہے جب انہوں نے یہ کہا کہ یہ رؤیاء عین (یعنی آنکھ کے ذریعے مشاہدہ) تھا جو رسول اللہ ﷺ کو شب معراج دکھایا گیا، جب آپ ﷺ کو اسراء پر لے جایا گیا۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس کے بارے میں فرماتی ہیں کہ:

"مَا فَقَدَ جَسَدُہٗ الشَّرِیْفُ۔"

(حضور ﷺ کا جسد شریف گم نہیں ہوا۔)

اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ بات مشاہدہ سے بیان نہیں کی کیونکہ وہ اس وقت آپ کی زوجہ مطہرہ نہیں تھیں اور نہ ہی ان کی عمر اتنی تھی کہ جس میں ایسی باتیں یاد رہتی ہوں یا ان کی پیدائش ہی بعد کی ہے۔ اس اختلاف کی بناء پر کہ یہ اسراء کب ہوا؟ امام تفتازانی اس سلسلے میں فرماتے ہیں کہ:

مَعْنَاہُ مَا فَقَدَ جَسَدُہٗ عَنِ الرُّوْحِ بَلْ کَانَ مَعَ رُوْحِہٖ وَ کَانَ الْمِعْرَاجُ لِلْجَسَدِ وَ الرُّوْحِ کِلَیْھِمَا لَا لِلرُّوْحِ فَقَطْ۔

اس کا معنی یہ ہے کہ حضور ﷺ کا جسم مبارک روح سے مفقود نہیں ہوا بلکہ روح کے ساتھ ہی رہا۔ اور معراج جسم اور روح دونوں کے ساتھ ہوئی نہ کہ فقط روح کے ساتھ۔

جو اس بات کے قائل ہیں کہ یہ سیر بیت المقدس تک تو بیداری کی حالت میں تھی اور (اس کے بعد) آسمان تک روح کے ساتھ تھی۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی۔

(پاک ہے وہ بزرگ و برتر جو رات میں اپنے بندۂ خاص کو مسجد حرام

سے مسجد اقصیٰ کی طرف لے گیا)

اس استدلال کی تقریر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسجد اقصیٰ کو اس اسراء کی غایت (یعنی آخری منزل) قرار دیا ہے۔ جس سے باری تعالیٰ کی عظمت قدرت اور نبی ﷺ کے مشرف فرمائے جانے پر تعجب (حیرت) کا اظہار پایا جاتا ہے۔ اور اگر اسراء مسجد اقصیٰ تک جسم کے ساتھ زائد ہوتا تو اللہ تعالیٰ اس کا ذکر فرما دیتا کہ یہ زیادہ مدح کا باعث تھا۔ اس کا جواب یوں دیا گیا ہے کہ مسجد اقصیٰ کے ساتھ اس کی تخصیص کرنے میں حکمت یہ ہے کہ قریش نے آپ ﷺ سے بر سبیل امتحان سوال کرنا تھا کہ انہوں نے بیت المقدس کو دیکھا ہوا تھا، اور وہ بیت المقدس کی صفات یا نشانیوں کو جانتے اور پہچانتے تھے۔ اور وہ یہ بھی جانتے تھے کہ حضور ﷺ نے کبھی اس کی طرف سفر نہیں کیا۔ تو حضور ﷺ ان کو جواب دیں گے جو آپ ﷺ نے معائنہ (مشاہدہ) کیا اور وہ ان کے علم موافق ہوگا، تو اس طرح ان پر حجت قائم ہو جائے گی۔ اور اسی طرح ہی عقلاً وقوع پذیر ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے (یعنی قریش نے) حضور ﷺ سے اس کے بارے میں کوئی سوال نہیں کیا جو آپ ﷺ نے آسمان میں دیکھا یا مشاہدہ کیا تھا کیونکہ وہ اس کے بارے میں کچھ جانتے ہی نہیں تھے۔ (اِذْ لَا عَهْدَ لَهُمْ بِذَالِكَ)

امام نووی نے اپنے فتاویٰ میں بیان کیا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اسراء دو مرتبہ ہوا۔ ایک مرتبہ خواب میں اور ایک مرتبہ بیداری میں۔

جو علماء اس کے قائل ہیں کہ یہ چار اسراء تھے جو بیداری کی حالت میں ہوئے، اس کی وجہ ان کے نزدیک یہ ہے کہ اسراء کے بارے میں متعدد روایات آئی ہیں اور جو کچھ ان میں ذکر یا بیان ہوا ہے ان میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ چنانچہ ایک راوی نے ایک چیز کا ذکر کیا جو کہ دوسرے نے نہیں کیا۔ اور کسی راوی نے ایک چیز کو ساقط کر دیا یعنی چھوڑ دیا جس کو دوسرے نے بیان کر دیا۔ اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ یہ (یعنی تعدد روایات) تعدد

اسراءات پر دلالت نہیں کرتا یعنی اس امر پر دلالت نہیں کرتا کہ سفرِ اسراء (یا سفرِ معراج) متعدد مرتبہ ہوا ہے۔ کیونکہ کوئی راوی بعض اوقات کسی ایک چیز یا واقعہ کو حذف بھی کر دیتا ہے جو اُسے معلوم نہیں ہو سکی یا وہ اسے بھول گیا اور ترمذی اور نسائی میں عشر بن القاسم کی روایت جو انہوں نے حصین بن عبدالرحمٰن کے واسطے سے بیان کی مذکور ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کو اسراء (معراج) ہوا تو نبی ﷺ کے پاس کوئی نہ کوئی ہوتا تھا اور یہ واقعہ سنتا تھا۔ (الحدیث) اگر یہ روایت محفوظ ہے تو اس سے تعدد اسراء کی رائے کو تقویت ملتی ہے۔

اسراء (معراج) مدینہ منورہ میں بھی واقع ہوئے اور یہ اس اسراء (معراج) کے علاوہ ہے جو مکہ مکرمہ میں واقع ہوا تھا۔ فتح الباری میں فرماتے ہیں کہ جو چیز اس مسئلہ سے تحرّز کرتی ہے وہ یہ ہے کہ جو اسراء (معراج) مدینہ میں واقع ہوا، اس میں وہ واقعات پیش نہیں آئے جو مکہ کے سفر اسراء و معراج میں پیش آئے تھے یعنی ایک ایک کر کے آسمان کے دروازوں کا کھولا جانا اور انبیاء میں سے ہر آسمان میں کسی نہ کسی نبی سے ملاقات کرنا اور نہ ہی موسیٰ علیہ السلام سے مراجعت (اور بار بار گفتگو) کا ہونا جو کہ نماز کی فرضیت کے بارے میں تھی اور اس کی تخفیف کے طلب کرنے کے بارے میں ہوئی۔ اور وہ تمام امور و واقعات جو کہ اس سے متعلق ہیں اور اس کے علاوہ بھی بہت سے قضایا (امور و واقعات) کا تکرار ہوا ہے جن میں سے بعض حضور ﷺ نے مکہ میں ملاحظہ / مشاہدہ فرمائے اور بعض مدینہ میں ہجرت کے بعد اور ان میں سے اکثر خواب (منام) کی حالت میں پیش آئے۔

بعض عارفین یعنی شیخ اکبر محی الدین ابن عربی ''فتوحاتِ مکیہ'' میں فرماتے ہیں:

اِنَّ لَہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ الْاِسْرَاءُ اَرْبَعَۃٌ وَّ ثَلٰثِیْنَ مَرَّۃً وَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِہٖ مِنْھَا بِجِسْمِہٖ اِنَّمَا ھُوَ اِسْرَاءٌ وَّاحِدٌ وَ الْبَاقِیْ بِرُوْحِہٖ رُؤْیَا اُرِیْھَا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ۔

کہ حضور ﷺ کو اسراء و معراج چونتیس (اربعہ وثلاثین) مرتبہ ہوا ہے۔ اور وہ اسراء و معراج جو جسم کے ساتھ ہوا ہے وہ ایک ہی ہے۔ باقی آپ ﷺ کی روح کے ساتھ رؤیا (خواب) ہوتے ہیں جو آپ کو دکھائے گئے ہیں۔ اور حق یہ ہے جو اس تمام قصہ میں مذکور ہے وہ ایک ہی اسراء ہے جو کہ آپ ﷺ کو روح اور جسد (جسم) کے ساتھ بحالتِ بیداری ہوا۔

یہی مذہب جمہور علماء، مجتہدین، فقہاء اور متکلمین کا ہے۔ اور اس کے بارے میں صحیح احادیث کے ظواہر (ظاہری الفاظ) وارد ہوئے ہیں۔ اور اس سے عدول جائز نہیں کیونکہ ازروئے عقل کوئی ایسی چیز نہیں جو اسے محال قرار دے۔

امام رازی فرماتے ہیں کہ:

قَالَ اَهْلُ التَّحْقِيْقِ الَّذِىْ يَدُلُّ عَلٰى اَنَّهٗ تَعَالٰى اَسْرٰى بِرُوْحِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ جَسَدِهٖ مِنْ مَكَّةَ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰى اَلْقُرْاٰنُ وَ الْخَبَرُ۔ اَمَّا الْقُرْاٰنَ فَهُوَ قَوْلُهٗ تَعَالٰى سُبْحَانَ الَّذِىْ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا وَ تَقْرِيْرُ الدَّلِيْلِ اِنَّ الْعَبْدَ اِسْمٌ لِلْجَسَدِ وَ الرُّوْحِ فَوَجَبَ اَنْ يَكُوْنَ الْاِسْرَاءُ حَاصِلًا لِجَمِيْعِ الْجَسَدِ وَ الرُّوْحِ وَ يَدُلُّ عَلَيْهِ قَوْلُهٗ تَعَالٰى فِىْ سُوْرَةِ الْجِنِّ وَ اَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ يَدْعُوْهُ وَ الْمُرَادُ مَجْمُوْعُ الرُّوْحِ وَ الْجَسَدِ۔ انتهٰى (۱)

اہل تحقیق کا یہ قول ہے کہ اس امر پر کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کی روح اور ان کے جسد (جسم) کو شب معراج

۱۔ تفسیر مفاتیح الغیب المعروف تفسیر کبیر، جز ۲۰، ص ۱۵۰

میں مکہ سے مسجد اقصیٰ تک اسراء و معراج کرایا، قرآن و حدیث دلالت کرتے ہیں۔ جہاں تک قرآن کا تعلق ہے تو اس میں یہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

سُبْحَانَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا۔

پاک ہے وہ بزرگ و برتر جو اپنے بندۂ خاص کو راتوں رات لے گیا۔

اور اس دلیل کی تقریر یہ ہے کہ عبد کا لفظ اور نام جسد (جسم) اور روح دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ لہٰذا لازم ہے کہ اسراء (معراج) جسم اور روح دونوں کے ساتھ ہوا ہو۔ اس پر یہ ارشاد باری تعالیٰ بھی دلالت کرتا ہے جو کہ سورۂ جن میں ہے۔

لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ یَدْعُوْہُ۔

جب اللہ کا بندہ کھڑا ہوا اسے پکارتے ہوئے۔

اور یہاں عبد سے مراد روح و جسد (جسم) کا مجموعہ ہے۔ (ختم شد)

اور اسی طرح یہاں بھی ہے۔ اور جہاں تک حدیث (خبر) کا تعلق ہے تو اس سلسلے میں حضور ﷺ کا یہ ارشادِ گرامی ہے:

اُسْرِیَ بِیْ۔

کہ مجھے اسراء (معراج) کرایا گیا۔

کیونکہ افعال اصل میں بیداری پر ہی محمول ہوتے ہیں۔ تاوقتیکہ کوئی ایسی دلیل ہو جو اس کے خلاف پر دلالت کرے۔ اور یائے متکلم روح و جسد کے مجموعہ سے عبارت ہے۔

علماءِ حق نے حضور ﷺ کے اس ارشاد فیض بنیاد سے بھی استدلال کیا ہے کہ:

صَلَّیْتُ الْعِشَاءَ الْاٰخِیْرَ مَعَکُمْ وَ صَلَّیْتُ رَکْعَتَیْهَا بِبَیْتِ الْمَقْدِسِ وَ صَلَّیْتُ الْوِتْرَ تَحْتَ الْعَرْشِ وَ فِیْ رِوَایَةٍ فَوْقَ

الْعَرْشِ۔

میں نے عشاء اخیر کی نماز تمہارے ساتھ پڑھی اور اس کی دیگر رکعتیں بیت المقدس میں پڑھیں اور وتر عرشِ الٰہی کے نیچے اور دوسری روایت میں ہے کہ عرش کے اوپر ادا کیے۔

کیونکہ اس میں کوئی شک نہیں کہ نماز کسی سونے والے سے متصور نہیں کی جا سکتی۔ اور یہ اس لیے بھی ہے کہ اگر حضور سوئے ہوئے ہوتے یعنی بحالتِ نوم مشاہدہ فرماتے اور اس کا ذکر فرماتے تو اس سے کمزور اور ضعیف الایمان لوگ کسی فتنہ و آزمائش میں مبتلا نہ ہو جاتے اور نہ ہی اغنیاء (امیر و دولت مند لوگ) اس کو مستبعد (بعید از عقل) سمجھتے۔ جبکہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ۔

مگر اس سے لوگوں کی آزمائش مقصود تھی۔

اور اس کی ایک اور وجہ یہ بھی ہے کہ جانور (دوّاب) ارواح (روحوں) کو تو نہیں اٹھاتے اور وہ تو صرف اجسام ہی کو اٹھاتے ہیں جبکہ اخبار و احادیث اس سلسلے میں متواتر آئی ہیں کہ حضور ﷺ کو شب معراج براق پر سوار کرایا گیا۔

حیاتِ انبیاء علیہم السلام

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''اِنْبَاءُ الْاَذْکِیَاءِ لِحَیٰوۃِ الْاَنْبِیَاءِ'' (۱) میں فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ اور دیگر تمام انبیاء کرام کی حیات ہمارے نزدیک قطعی طور پر ثابت ہے کیونکہ اس سلسلے میں ہمارے ہاں قوی دلائل پائے جاتے ہیں اور اس کے بارے میں احادیث تواتر کے ساتھ مروی ہیں۔ یہ صحیح ہے کہ زمین انبیاء کے جسموں کو نہیں کھاتی اور حضور پُرنور ﷺ کی شب اسراء کو بیت المقدس میں اور آسمانوں پر انبیاء کرام کے ساتھ ملاقات ہوئی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ اپنی قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں۔ نیز حضور ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ آپ سلام کہنے والے کو سلام کا خود جواب دیتے ہیں۔ ان کے علاوہ بھی بہت سی احادیث ایسی آئی ہیں جن سے یہ قطعی طور پر ثابت ہے کہ انبیاء کی موت کا مطلب صرف یہ ہے کہ وہ ہم سے ایسے غائب ہو گئے ہیں کہ ہم ان کو ادراک نہیں کر سکتے یعنی بچشم ظاہر دیکھ نہیں سکتے اگرچہ وہ زندہ و موجود ہوتے ہیں اور ان کا حال ملائکہ کی طرح ہے کہ وہ بھی زندہ و موجود ہیں، لیکن بنی نوع انسان عام طور پر ان کا مشاہدہ نہیں کر سکتے۔ سوائے ان کے جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے اولیاء میں اس فضیلت کے ساتھ خاص کر لیا ہے اور انہیں یہ خصوصیت بخشی ہے کہ وہ اپنے خاص اوقات میں ملائکہ کا مشاہدہ کر سکتے ہیں۔

۱۔ یہ رسالہ الحاوی للفتاویٰ کے ص ۱۴۷، ج ۲ پر واقع ہے۔

استاذ ابو منصور بغدادی شیخ الشافعیہ اپنے فتویٰ میں فرماتے ہیں کہ ہمارے اصحاب میں سے محقق متکلمین کا یہ قول ہے کہ بیشک ہمارے نبی ﷺ وفات کے بعد بھی زندہ ہیں اور وہ اپنی امت کی نیکیوں سے خوش ہوتے ہیں اور ان میں سے گنہگاروں کے گناہوں پر غمگین ہوتے ہیں اور یہ کہ حضور ﷺ کی امت میں جو کوئی آپ پر درود پڑھتا ہے اس کا درود آپ تک پہنچتا ہے اور فرماتے ہیں کہ انبیاء کے اجسام بوسیدہ نہیں ہوتے اور زمین ان کا کوئی حصہ بھی نہیں کھاتی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے وقت پر فوت ہوئے مگر نبی اکرم ﷺ نے خبر دی ہے کہ آپ نے انہیں شبِ معراج کو اپنی قبر میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور حدیث معراج میں یہ بھی بیان فرمایا کہ حضور ﷺ نے آسمانوں میں حضرت آدم اور حضرت ابراہیم علیہما السلام کو دیکھا اور انہوں نے آپ کا استقبال کیا۔ جب یہ اصل سند ہمارے لیے صحیح ہے تو ہم کہتے ہیں کہ نبی ﷺ وفات کے بعد بھی زندہ ہیں اور وہ اپنی نبوت پر فائز ہیں۔

شیخ عفیف الدین الیافعی فرماتے ہیں کہ انبیاء زندہ ہیں اور مردہ نہیں اور ان پر ایسے احوال وارد ہوتے ہیں جن میں وہ ملکوت السمٰوات والارض (زمین و آسمان کے اسرار و واقعات) کا مشاہدہ کرتے ہیں اور وہ اسی طرح دیکھتے ہیں جیسے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی قبر میں دیکھا تھا۔ نیز کہتے ہیں کہ یہ اصول طے شدہ ہے کہ جو چیز انبیاء کرام علیہم السلام کے لیے معجزہ کے طور پر جائز ہے وہی اولیاء کے لیے بطور کرامت جائز ہے بشرطیکہ اس میں تحدی (۱) نہ پائی جائے اور اس کا صرف جاہل اور بے علم ہی انکار کر سکتا ہے۔

علماء کے اقوال حیاتِ انبیاء علیہم السلام کے بارے میں بہت سے ہیں۔ ابن النجار نے حضرت ابراہیم بن یسار کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ میں نے ایک سال حج کیا اور

۱۔ دعویٰ نبوت کے ساتھ معارضہ رچیلنج

مدینہ منورہ میں حجرۂ رسول ﷺ کے سامنے حاضری دی اور آپ کو سلام عرض کیا تو میں نے حجرہ کے اندر سے وعلیک السلام کے الفاظ سنے۔ بلاذری نے اپنی کتاب توثیق میں لکھا ہے کہ سلمان بن سحیم نے بیان کیا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو خواب میں دیکھا اور عرض کیا : یا رسول اللہ ﷺ! جو لوگ آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوتے ہیں اور آپ کو سلام عرض کرتے ہیں تو کیا آپ ان کے سلام کا علم رکھتے ہیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ہاں! اور میں ان کا جواب بھی دیتا ہوں۔

زبیر بن بکار نے اخبار المدینہ میں حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں ایام حرّہ (یعنی واقعۂ حرّہ کے دنوں) میں رسول اللہ ﷺ کی قبر انور سے اذان اور اقامت کی آواز برابر سنتا رہا حتیٰ کہ لوگ مدینہ منورہ واپس آ گئے۔ دارمی نے اپنی مسند میں روایت کیا ہے کہ واقعۂ حرّہ کے دوران مسجد نبوی ﷺ میں تین دن تک اذان نہیں ہوئی اور نہ اقامت کہی گئی۔ اور حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ مسجد میں مقیم رہے اور انہیں نماز کے وقت کا علم اس آواز سے ہوتا تھا جو قبر النبی ﷺ سے انہیں سنائی دیتی تھی۔ (۱)

ابن ماجہ میں سند جیّد کے ساتھ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود و سلام پڑھا کرو کیونکہ یہ یومِ مشہود (حاضری کا دن) ہے کہ اس میں فرشتے کثرت سے حاضر ہوتے ہیں اور جو کوئی مجھ پر درود پڑھتا ہے اس کا درود میرے سامنے پیش کیا جاتا ہے یہاں تک وہ اس سے فارغ ہو جائے۔ ابو درداء کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: اور موت کے بعد بھی؟ حضور ﷺ نے فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ نے زمین کے اوپر حرام کر دیا ہے کہ وہ نبیوں کے جسموں کو کھائے۔ (۲) ابن ماجہ کی اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ زندہ ہیں

۱۔ مشکوٰۃ شریف، باب الکرامات، ص ۵۴۵ ۲۔ ابن ماجہ شریف، ص ۱۱۹

اور انہیں اپنی قبر میں رزق دیا جاتا ہے۔

ملا علی قاری اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ انبیاء کی حیات کھانے پینے سے بے نیاز ہونے میں فرشتوں کی حیات کی طرح ہے، جس میں کوئی شک نہیں کیا جا سکتا۔(۱)

امام بیہقی نے اس بارے میں ایک رسالہ تصنیف کیا ہے۔(۲)

طبرانی کی روایت ہے:

لَيْسَ مِنْ عَبْدٍ يُصَلِّيْ عَلَيَّ اِلَّا بَلَغَنِيْ صَوْتُه، حَيْثُ كَانَ۔(۳)

جو بندہ مجھ پر درود بھیجتا ہے تو وہ جہاں بھی ہو اس کی آواز مجھ تک پہنچتی ہے۔

اس حدیث کے راوی ثقہ ہیں۔

بیہقی نے شعب الایمان میں اور اصفہانی نے ترغیب میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً یہ حدیث روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ عِنْدَ قَبْرِيْ سَمِعْتُه وَ مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ نَائِيًا اُبْلِغْتُه۔" (۴)

جو میری قبر کے پاس مجھ پر درود پڑھتا ہے، میں اس کے درود کو سنتا ہوں اور جو کوئی دور سے مجھ پر درود بھیجتا ہے وہ مجھ تک پہنچ جاتا ہے۔

۱۔ مرقاۃ، ج ۳، ص ۲۳۸

۲۔ غالباً یہ امام بیہقی علیہ الرحمۃ کے رسالہ حیاۃ الانبیاء (علیہم السلام) کی طرف اشارہ ہے جیسا کہ حضرت قدس سرہٗ خود ص ۳۵ پر فرما رہے ہیں۔

۳۔ جلاء الافہام، ص ۶۳ از طبرانی شریف، وفی حاشیۃ ذکر الحافظ المنذری فی الترغیب وقال رواہ ابن ماجہ باسناد جید

۴۔ کنز العمال، جلد اول، حدیث نمبر ۲۱۶۷

بخاری نے اپنی تاریخ میں حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً یہ حدیث روایت کی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

اِنَّ لِلّٰہِ مَلَکًا اَعْطَاہُ اللّٰہُ اَسْمَاءَ الْخَلَائِقِ قَائِمٌ فَھُوَ عَلٰی قَبْرِیْ فَمَا مِنْ اَحَدٍ یُصَلِّیْ عَلَیَّ صَلٰوۃً اِلَّا بَلَّغَنِیْھَا۔(۱)

بے شک اللہ کا ایک فرشتہ ایسا ہے جسے اللہ نے تمام مخلوقات کے اسماع (یعنی سننے کی قوت) عطا فرمائی ہے اور وہ میری قبر پر کھڑا رہے گا تو جو کوئی مجھ پر درود پڑھے گا، اس کا درود مجھ تک پہنچا دے گا۔

بیہقی نے حیاۃ الانبیاء میں اور اصفہانی نے ترغیب میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً یہ حدیث روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ مَائَۃَ مَرَّۃٍ مِنْ یَوْمِ الْجُمُعَۃِ قَضَی اللّٰہُ لَہٗ مِائَۃَ حَاجَۃٍ مِنْھَا سَبْعِیْنَ مِنْ حَوَائِجِ الْآخِرَۃِ وَ ثَلٰثِیْنَ مِنْ حَوَائِجِ الدُّنْیَا ثُمَّ وَکَّلَ اللّٰہُ بِذَالِکَ مَلَکًا یُدْخِلُہٗ فِیْ قَبْرِیْ کَمَا یُدْخَلُ عَلَیْکُمْ الْھَدَایَا لِاَنَّ عِلْمِیْ بَعْدَ مَوْتِیْ کَعِلْمِیْ فِیْ حَیَاتِیْ۔(۲)

جو جمعہ کے دن مجھ پر ایک سو مرتبہ درود پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی سو حاجتیں دور فرما دیتا ہے، ان میں ستر آخرت کی حاجتیں اور تیس دنیا کی حاجتیں ہوتی ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ اسے ایک فرشتہ کے سپرد کر دیتا ہے جو اسے میری قبر میں پہنچا دیتا ہے جیسے کہ تمہارے پاس ہدایا (تحائف) پہنچتے ہیں۔ کیونکہ میرا علم میری موت کے بعد بھی ایسا ہی ہوگا جیسا کہ

۱۔ جلاء الافہام، ص ۵۱۔۵۲

۲۔ کنز العمال، جلد اول، حدیث نمبر ۲۲۳۲، بحوالہ الدیلمی

میرا علم میری ظاہری زندگی میں ہے۔

ابن عساکر نے سند جید سے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جب وہ ملک شام میں اپنے گھر میں مقیم تھے تو انہوں نے نبی کریم ﷺ کی خواب میں زیارت کی اور حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بلال! یہ بے وفائی کیسی؟ کیا اب تم میری زیارت کے لیے نہیں آؤ گے؟ اس کے بعد وہ غم زدہ ہو گئے اور انہوں نے حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضری کا ارادہ کرلیا اور اپنی سواری پر مدینہ منورہ کا قصد کیا اور نبی کریم ﷺ کی قبر پر حاضر ہو کر روتے رہے اور اپنی رخسار قبر انور کے اوپر ملتے رہے کہ اتنے میں حضرت حسن و حضرت حسین رضی اللہ عنہما آ گئے۔ انہیں اپنے گلے سے لگایا اور چومنے لگے۔ انہوں نے کہا کہ ہم چاہتے ہیں کہ آپ سے وہ اذان سنیں جو آپ رسول اللہ ﷺ کے سامنے مسجد نبوی میں دیا کرتے تھے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان دینے کے لیے مسجد میں اس مقام پر کھڑے ہوئے جہاں وہ پہلے کھڑے ہوا کرتے تھے۔ جب انہوں نے اللہ اکبر کہا تو پورا مدینہ منورہ لرز اٹھا۔ جب انہوں نے اشہد ان لا الٰہ الا اللہ کہا تو اس میں اور اضافہ ہو گیا۔ جب انہوں نے اشہد ان محمد رسول اللہ کہا تو پردہ دار خواتین اپنے گھروں سے نکل آئیں اور لوگ کہنے لگے کیا رسول اللہ ﷺ پھر سے جلوہ گر ہو گئے ہیں؟ رسول اللہ ﷺ کے بعد مدینہ منورہ میں اس دن سے زیادہ رونے والے اور رونے والیاں نہیں دیکھی گئیں۔

مسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

مَرَرْتُ فِیْ لَیْلَةِ اُسْرِیَ بِیْ عَلٰی مُوْسٰی وَ هُوَ قَائِمٌ یُصَلِّیْ فِیْ قَبْرِهٖ۔(۱)

میں شب اسراء حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا اور وہ اپنی قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔

۱۔ مسلم شریف، ج۲، ص۲۶۸

اور یہ احیاء (جسمانی طور پر) زندوں کی صفت ہے نہ کہ ارواح (یعنی جسم سے منقطع روحوں کی)۔ اسراء و معراج کے بارے میں حدیث حسن میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں مسجد اقصیٰ میں داخل ہوا تو میں نے وہاں نبیوں کو دیکھا کہ وہ وہاں رکوع و سجود کر رہے ہیں۔ (۱) بہت سی صحیح احادیث میں آیا ہے کہ حضرت آدم اور حضرت ابراہیم علیہما السلام مَرْحَبًا بِالْاِبْنِ الصَّالِحِ! (خوش آمدید اے صالح بیٹے!) اور دیگر تمام انبیاء کرام علیہم السلام نے کہا مَرْحَبًا بِالنَّبِیِّ الصَّالِحِ وَ الْاَخِ الصَّالِحِ! (خوش آمدید اے صالح نبی اور صالح بھائی!)۔ (۲) صحیح روایت میں آیا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی اور ان سے گزر کر آگے گئے تو حضرت موسیٰ رونے لگے۔ اسی طرح حضور ﷺ نے انبیاء کرام کے اوصاف و احوال بیان فرمائے ہیں اور فرمایا کہ میں نے موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں کھڑے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور وہ ایسے لگتے تھے کہ گویا وہ قوم شنوءہ سے ہوں۔ اور میں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی کھڑے دیکھا اور وہ عروہ بن مسعود ثقفی کی طرح لگتے تھے۔ جہاں تک حضرت ابراہیم کا تعلق ہے تو وہ سب نبیوں میں تمہارے صاحب (ساتھی) یعنی خود حضور ﷺ کے ساتھ سب سے زیادہ مشابہت رکھنے والے ہیں۔ اور یہ بھی زندوں کی صفات ہیں اور صرف ارواح کی صفات نہیں۔

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب پچاس نمازیں فرض ہونے کے بعد آپ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملے تو انہوں نے کہا کہ میں نے آپ سے پہلے انسانوں کا تجربہ کیا اور بنی اسرائیل کی اصلاح کے لیے بہت کوشش کی۔ لہٰذا آپ رب تعالیٰ کے پاس واپس جایئے اور اس سے تخفیف کی درخواست کیجئے۔ چنانچہ حضور ﷺ نے کئی مرتبہ ایسا کیا کہ اوپر گئے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو پانچ نمازوں کا حکم دیا۔ اور یہ محال ہے کہ یہ گفتگو حضرت

۱۔ بخاری شریف، کتاب الصلوۃ، ج۱، ص۵۰

۲۔ تفسیر ابن کثیر، تحت آیۃ الاسراء

موسیٰ علیہ السلام کی جسم کے بغیر صرف روح کے ساتھ ہو۔ ایسا کہنا عقل کے خلاف ہے۔ اور یہ ناممکن ہے کہ حضور ﷺ نے ان کو جسموں کے بغیر دیکھا اور ان کے اوصاف بیان فرمائے اور ان سے کلام کیا اور وہ بھی آپ سے ہمکلام ہوئے اور پھر جسموں کے بغیر ہی صرف ارواح سے یعنی روحوں سے ملتے رہے۔

''صلوٰۃ'' لغت میں دعا کو کہتے ہیں اور شریعت میں یہ قیام وقعود اور رکوع وسجود وغیرہ بمعہ قرأت قرآن سے عبارت ہے اور ارواح کا قیام وقعود نا قابل ادراک ہے اور نہ ہی یہ عقلاً اور نقلاً درست ہے۔ لہٰذا اگر کوئی قائل یہ کہے کہ حضور ﷺ نے کیسے انبیاء کے ساتھ بیت المقدس میں نماز پڑھی اور پھر انہیں آسمانوں میں بھی دیکھا۔ ہم کہتے ہیں اور اللہ ہی کی طرف سے حق کہنے کی توفیق ملتی ہے کہ جو ذات اقدس آپ کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ لے گئی اور پھر سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچا دیا اور اس کے بعد بارگاہِ اقدس سے صرف دو کمانوں کے برابر بلکہ اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا اور بلندیوں کا یہ سفر کرنے کے بعد آپ رات ہی کو واپس مکہ میں آ گئے اور ایک قول کے مطابق صبح کے وقت واپس آئے۔ تو وہ رب تعالیٰ وتقدس جو ایسی قدرتوں کا مالک ہے، وہ انبیاء کرام کی جس طرح چاہے اور جہاں چاہے آپ سے ملاقات کرا سکتا ہے۔ پاک ہے وہ ذات جس کی قدرت کا احاطہ نہیں کیا جا سکتا، جس کی عظمت کی کوئی انتہاء نہیں اور نہ ہی اس کی حقیقت کا ادراک کیا جا سکتا ہے۔ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (۱) (اور وہ ہر چیز پر قادر ہے) لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ وَّهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ (۲) (اور کوئی چیز اس کی مثل نہیں اور وہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔)

حضرت انس رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اِنَّ اِبْرَاهِيْمَ اِبْنِيْ وَاِنَّهٗ مَاتَ فِي الثَّدْيِ وَاِنَّ لَهٗ لَظِئْرَيْنِ

۱۔ سورۃ المائدہ، آیت: ۱۲۰

۲۔ سورۃ الشوریٰ، آیت: ۱۱

تُكَمِّلَانِ رَضَاعَهُ فِي الْجَنَّةِ۔ (۱)

ابراہیم میرا بیٹا ہے جو شیر خوارگی میں فوت ہو گیا۔ جنت میں ان کے لیے دو دائیاں ہیں جو اس کی رضاعت مکمل کریں گی۔

جب حضور ﷺ کے بیٹے کے حق میں یہ امر بطور کرامت جائز ہے تو اس سے حضور ﷺ کی حیات بطریقِ اولیٰ ثابت ہوتی ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے شہداء کے بارے میں فر، ہے:

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا۔ (۲)

جو لوگ اللہ کے راستے میں مارے جائیں انہیں ہرگز مردہ گمان نہ کرو۔

اور انبیاء تو ان سے زیادہ حق رکھتے ہیں کہ زندہ ہوں کیونکہ وہ ان سے زیادہ عظیم اور بزرگ اور جلیل القدر ہیں۔ کم ہی کوئی نبی ایسا گزرا ہوگا جس میں نبوت کے ساتھ شہادت کا وصف بھی جمع نہ ہوا ہو۔ لہٰذا انبیاء آیت کے الفاظ کے عموم میں داخل ہیں۔ چنانچہ حضور ﷺ کا اپنی قبر انور میں زندہ ہونا نصِ قرآنی سے ثابت ہے۔ اور یا تو یہ اس آیت کے عموم کی وجہ سے یا مفہوم موافقہ کی بناء پر جائز ہے۔

مولانا ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کریمہ: بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ (۳) (بلکہ وہ زندہ ہوتے ہیں لیکن تم ان کی زندگی کا شعور نہیں رکھتے) کی تفسیر کے ذیل میں فرماتے ہیں کہ علماء کی ایک جماعت کا مذہب یہ ہے کہ یہ حیاتِ شہداء سے مختص ہے۔ جبکہ میرے نزدیک حق یہ ہے کہ ایسی حیات صرف شہداء ہی سے خاص نہیں بلکہ انبیاء کی حیات ان سے زیادہ قوی اور اس کا ظہور اس سے بھی زیادہ ہے۔ اس کے شواہد خارجی

۱۔ کنز العمال، (ابونعیم)، حدیث نمبر ۳۵۵۵

۲۔ سورۃ آل عمران، آیت: ۱۶۹ ۳۔ سورۃ البقرۃ، آیت: ۱۵۴

طور پر بھی ثابت ہیں۔ یہاں تک کہ نبی کریم ﷺ کے ازواج مطہرات سے آپ کی وفات کے بعد نکاح جائز نہیں بخلاف شہداء کے۔ اور صدیقین بھی شہداء سے اعلیٰ درجہ رکھتے ہیں جس پر کہ اس آیت کریمہ میں مذکورہ ترتیب دلالت کرتی ہے۔ مِنَ النَّبِيِّيْنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِيْنَ (۱) (نبیوں، صدیقوں، شہیدوں اور صالحین سے)۔ اسی لیے صوفیہ علیہ کا قول ہے:

اَرْوَاحُنَا اَجْسَادُنَا وَ اَجْسَادُنَا اَرْوَاحُنَا۔

(ہماری روحیں ہمارے جسم ہیں اور ہمارے جسم ہماری روحیں ہیں۔)

اور اکثر اولیاء سے بہ تواتر منقول ہے کہ وہ اپنے اولیاء (دوستوں) کی مدد کرتے ہیں اور ان کے دشمنوں کو ہلاک کرتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف جس کو وہ چاہے ان کی رہنمائی فرماتے ہیں۔ حضرت مجدد رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ بطورِ وراثت و نیابت اولیاء کمالاتِ نبوت کے حاملین ہوتے ہیں اور میں کہتا ہوں کہ ان سے مراد شرعی اصطلاح میں صدیقین اور مقربین ہیں۔ انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہبی وجود عطا ہوتا ہے اور کہ انبیاء و شہداء اور بعض صلحاء کو زمین نہیں کھاتی۔ اس پر وہ حدیث بھی دلالت کرتی ہے جسے حاکم اور ابوداؤد نے حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ سے تخریج کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَى الْاَرْضِ اَنْ تَاْكُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِيَاءِ۔

بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ انبیاء کے جسموں کو کھائے۔

ابن ماجہ نے حضرت ابو درداء سے بھی اسی مضمون کی حدیث روایت کی ہے۔ امام مالک نے حضرت عبدالرحمٰن بن صعصعہ سے روایت کیا ہے کہ ان تک یہ خبر پہنچی ہے کہ عمرو بن

۱۔ سورۃ النساء، آیت: ۶۹

الجموح اور عبداللہ بن جبیر الانصاری کی قبروں کے نزدیک سیلاب کا پانی پہنچ گیا اور ان کی قبروں میں داخل ہو گیا اور وہ دونوں غزوہ احد میں شہید ہوئے تھے اور ایک ہی قبر میں مدفون کیے گئے۔ ان کی قبر کھود کر جسد ہائے خاکی کو نکالا گیا اور دوسری جگہ منتقل کیا گیا۔ اور یہ مشاہدہ کیا گیا کہ ان کی لاشوں میں کچھ تغیر نہیں آیا تھا۔ اور یوں معلوم ہوتا تھا کہ گویا کل ہی شہید ہوئے ہیں۔ غزوہ احد اور ان کی قبر کشائی کے درمیان چھیالیس سال کا عرصہ بنتا ہے۔

ابن مندہ نے حضرت جابر بن عبداللہ (انصاری صحابی) رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِذَا مَاتَ حَامِلُ الْقُرْآنِ اَوْحَی اللّٰہُ اِلَی الْاَرْضِ اَنْ لَا تَاْکُلَ لَحْمَہٗ فَیَقُوْلُ الْاَرْضُ یَا رَبِّ وَ کَیْفَ اٰکُلُ لَحْمَہٗ وَ کَلَامُكَ فِیْ جَوْفِہٖ۔ (۱)

جب حاملِ قرآن (حافظ و عالم قرآن) فوت ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ زمین کی طرف وحی فرماتا ہے کہ اس کا گوشت نہ کھائے۔ زمین کہتی ہے اے پروردگار! میں اس کا گوشت کیسے کھا سکتی ہوں جبکہ تیرا کلام اس کے سینے میں موجود ہے۔

ابن مندہ بیان کرتے ہیں کہ اس باب میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی احادیث مروی ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ غالباً (یہاں) حامل قرآن سے مراد صدیق ہے کیونکہ برکاتِ قرآن کا اثر سی کے ساتھ خاص ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

لَا یَمَسُّہٗ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ۔ (۲)

۱۔ کنز العمال، جلد ۱، حدیث نمبر ۲۴۸۸ (الدیلمی عن جابر)

۲۔ سورۂ واقعہ، آیت: ۷۹

اسے صرف پاکیزہ لوگ ہی چھو سکتے ہیں۔یعنی اس کے برکات و اثرات تک رسائی حاصل کر سکتے ہیں۔

مروزی نے حضرت قتادہ سے تخریج کی ہے۔کہتے ہیں مجھ تک یہ خبر پہنچی ہے کہ:

اِنَّ الْاَرْضَ لَا تُسَلَّطُ عَلٰی جَسَدِ الَّذِیْ لَمْ یَعْمَلْ خَطِیْئَۃً۔

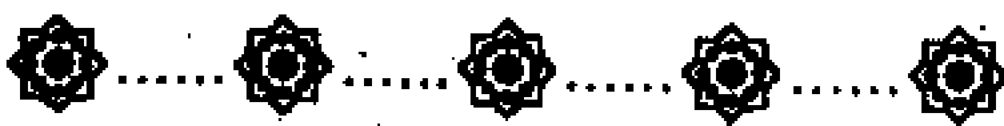
زمین اس جسم پر مسلط نہیں ہوتی جس نے کوئی خطا نہیں کی ہوتی۔

میں کہتا ہوں کہ شاید اَلَّذِیْ لَمْ یَعْمَلْ خَطِیْئَۃً یعنی ایسا شخص جس نے کوئی خطا نہیں کی، سے مراد اللہ کے صالح بندے ہیں۔یعنی اولیاء اللہ کیونکہ وہ خطاؤں سے محفوظ ہوتے ہیں اور مغفور ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ ان کے دل اور جسم بھی صالح ہوتے ہیں۔(۱) واللہ اعلم

مختصر یہ کہ اس بارے میں اخبار و آثار بے شمار ہیں اور منصف نبیل (انصاف سے کام لینے والے شریف آدمی) کے لیے اسی قدر کافی ہے۔

وَ اللّٰہُ یَقُوْلُ الْحَقَّ وَ ھُوَ یَھْدِی السَّبِیْلَ۔ (۲)

اور اللہ حق کہتا ہے اور وہی حق کی طرف رہنمائی فرماتا ہے۔



۱۔ تفسیر مظہری، ج۱،ص۱۵۲۔۱۵۳

۲۔ سورۃ الاحزاب، آیت:۴

حیات النبی ﷺ

معلوم ہو کہ یہ مسئلہ دقیق ترین مسائل سے ہے، اسے صرف وہی سن اور سمجھ سکتا ہے اور مان سکتا ہے جس کا دل صاف ہو، ذہن سلیم ہو اور طبع مستقیم ہو، اور جسے عالم ارواح کے ساتھ ایک گونہ مناسبت ہو، اور جہاں تک سخت دل اور طبع کا تعلق ہے تو وہ صرف نداء آواز اور پکار ہی سن سکتا ہے، وہ بہرا گونگا اور اندھا ہوتا ہے اور ایسے لوگ عقل سے عاری ہوتے ہیں۔

یہ بھی ذہن نشین رہے کہ علماء راسخین اور اولیاء ربانیین بھی اس مسئلہ میں اختلاف رائے رکھتے ہیں۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام جب اس دارِ فانی سے عالم برزخ میں انتقال فرماتے ہیں تو اس کے بعد ان کا حال بھی ملائکہ کے حال کی طرح ہوتا ہے۔ ان کی ارواح کو جسموں کی قوت دی جاتی ہے اور وہ جہاں اللہ چاہے جا سکتے ہیں، جو صورت بھی وہ چاہیں اختیار کر سکتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں بعض اوقات اپنی صورت میں اور بعض اوقات حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی صورت میں اور بعض اوقات کسی اور صورت میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں، نماز پڑھتے ہیں، حج کرتے ہیں اور تلبیہ (لبیک اللھم لبیک الخ) کرتے ہیں اور ان علماء نے اپنے اس قول پر متعدد آیات اور

احادیث مشہورہ سے استدلال کیا ہے۔

جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ اسْئَلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَا ۔(۱)

اور جو ہم نے اپنے رسول آپ سے پہلے بھیجے ان سے پوچھیں۔

یہ آیت شب معراج بیت المقدس میں نازل ہوئی۔ ارشادِ رب العزت ہے:

وَ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ط بَلْ اَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ۔ (۲)

اور ان لوگوں کو جو اللہ کے راستے میں قتل یا شہید ہو جائیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہوتے ہیں اور اپنے رب کے ہاں سے انہیں رزق دیا جاتا ہے اور جو کچھ اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دیا ہوتا ہے، اس سے خوش ہوتے ہیں۔

جب یہ شہداء کا حال ہے تو انبیاء علیہم السلام کی حال کیا ہوگا۔ جبکہ وہ شان کے اعتبار سے شہداء سے کہیں اعلیٰ و ارفع ہیں۔ جہاں تک احادیث کا تعلق ہے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے:

اَلْاَنْبِيَاءُ اَحْيَاءٌ فِيْ قُبُوْرِهِمْ۔

(انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔)

اس کے علاوہ بھی بہت سی احادیث ہیں جنہیں ہم تھوڑی دیر بعد پیش کریں گے۔

اس مقام پر ہم مواہب لدنیہ اور تفسیر مظہری وغیرہما کی چند عبارات نقل کرتے ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ حق کو اپنے کلمات سے واضح کردے چاہے مجرم برا ہی کیوں نہ مانیں۔

۱۔ سورۃ الزخرف، آیت: ۴۵

۲۔ سورۃ آل عمران، آیت: ۱۶۹

صاحب مواہب جو کہ کبار محدثین سے ہیں اور حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے عاشقوں سے ہیں، آنحضرت ﷺ کے خصائص کے باب میں لکھتے ہیں کہ:

اِنَّـہٗ حَیٌّ فِیْ قَبْـرِہٖ وَ یُصَلِّیْ فِیْـہِ بِاَذَانٍ وَ اِقَامَۃٍ وَ کَذَا الْاَنْبِیَاءُ وَلِھٰذَا قِیْلَ لَا عِدَّۃَ عَلٰی اَزْوَاجِہٖ وَ قَدْ حَکٰی اِبْنُ زِبَالَۃَ وَ ابْنُ النَّجَّارَ اَنَّ الْاَذَانَ تُرِكَ فِیْ اَیَّامِ الْحَرَّۃِ ثَلٰثَۃَ اَیَّامٍ وَخَرَجَ النَّاسُ وَ سَعِیْدُ ابْنَ الْمُسَیَّبِ جَالِسٌ فِی الْمَسْجِدِ قَالَ سَعِیْدٌ فَاسْتَوْحَشْتُ فَدَنَوْتُ اِلَی الْقَبْرِ فَلَمَّا حَضَرَتِ الظُّھْرُ وَ سَمِعْتُ الْاَذَانَ فِی الْقَبْرِ فَصَلَّیْتُ الظُّھْرَ ثُمَّ مَضٰی ذَالِكَ الْاَذَانُ وَ الْاِقَامَۃُ فِی الْقَبْرِ لِكُلِّ صَلٰوۃٍ حَتّٰی مَضَتْ ثَلَاثَ لَیَالٍ وَ رَجَعَ النَّاسُ وَ عَادَ الْمُؤَذِّنُوْنَ فَسَمِعْتُ اَذَانَھُمْ كَمَا سَمِعْتُ الْاَذَانَ فِیْ قَبْرِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ - اِنْتَھٰی (۱)

(حضور ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں اور اس میں اذان و اقامت کے ساتھ نمازیں پڑھتے ہیں اور یہی حال دیگر انبیاء کا بھی ہے۔ اسی لیے تو یہ قول بھی آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات پر کوئی عدت نہیں۔ اور ابن زبالہ اور ابن النجار نے یہ واقعہ بیان کیا ہے کہ واقعہ حرہ میں تین دن تک مسجد نبوی میں اذان نہیں ہو سکی۔ سارے لوگ مدینہ سے باہر چلے گئے تھے اور صرف حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ مسجد میں بیٹھے رہے۔ حضرت سعید فرماتے ہیں کہ مجھے اس

۱۔ المواہب اللدنیہ، ج ۲، ص ۳۱۳

سے وحشت ہوئی تو میں قبر کے قریب چلا گیا۔ جب نمازِ ظہر کا وقت ہوا تو میں نے قبرِ انور سے اذان سنی اور میں نے نمازِ ظہر ادا کر لی۔ اس کے بعد ایسی ہی اذان اور اقامت ہر نماز کے لیے قبر انور سے بلند ہوتی رہی، یہاں تک کہ تین راتیں اسی طرح گزر گئیں اور پھر اس کے بعد لوگ واپس مدینہ آ گئے اور موذن بھی لوٹ آئے تو میں نے ان کی اذان سنی، جیسا کہ نبی اکرم ﷺ کی قبر منور سے اذان سنا کرتا تھا۔ (ختم شد)

یہ بھی احادیث سے ثابت ہے کہ انبیاء (بعد وصال) حج بھی کرتے ہیں اور تلبیہ بھی کرتے ہیں اور جو حدیث ان کے حج کرنے پر دلالت کرتی ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی یہ روایت ہے:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ سِرْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَ سَلَّمَ كَاَنِّيْ اَنْظُرُ اِلٰى مُوْسٰى عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَ السَّلَامُ وَاضِعًا اِصْبَعَيْهِ فِيْ اُذُنَيْهِ لَهٗ جُوَارٌ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى بِالتَّلْبِيَةِ مَارًّا بِهٰذَا الْوَادِيْ ثُمَّ سِرْنَا حَتّٰى عَلٰى ثَنِيَّةٍ فَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ كَاَنِّيْ اَنْظُرُ اِلٰى يُوْنُسَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَ السَّلَامُ عَلٰى نَاقَةٍ حَمْرَاءَ عَلَيْهِ جُبَّةُ صُوْفٍ مَارًّا بِهٰذَا الْوَادِيْ مُلَبِّيًا وَ قَدْ جَاءَ فِيْ مُوْسٰى عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَ السَّلَامُ اِنَّهٗ كَانَ عَلٰى بَعِيْرٍ وَ فِيْ رِوَايَةٍ عَلٰى ثَوْرٍ لَا مُنَافَاتَ فِيْ اَنْ يَكُوْنَ تَكَرَّرَ حَجُّهٗ وَ رَكِبَ الْبَعِيْرَ مَرَّةً وَ الثَّوْرَ اُخْرٰى۔ وَ لَا يَخْفٰى اَنَّ رِزْقَ الشُّهَدَاءِ يَصْدُقُ عَلٰى

الْجِمَاعِ لِاَنَّه مِمَّا يَتَلَذَّذُ بِهٖ كَالْاَكْلِ وَ الشُّرْبِ وَقَدْ اَفْتٰى الشَّمْسُ الرَّمْلِيُّ اَنَّ الْاَنْبِيَاءَ صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَ سَلَامُه عَلَيْهِمْ وَ الشُّهَدَاءُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ يَاْكُلُوْنَ وَ يَشْرَبُوْنَ وَ يُصَلُّوْنَ وَ يَصُوْمُوْنَ وَ يَحُجُّوْنَ وَ رُفِعَ الْخِلَافُ هَلْ يَنْكِحُوْنَ فَقِيْلَ نَعَمْ وَ قِيْلَ لَا وَ اَنَّهُمْ يُثَابُوْنَ عَلٰى صَلٰوتِهِمْ وَ صَوْمِهِمْ وَ حَجِّهِمْ وَ لَا تَكْلِيْفَ عَلَيْهِمْ فِيْ ذَالِكَ لِاِنْقِطَاعِ التَّكْلِيْفِ بِالْمَوْتِ بَلْ مِنْ قَبِيْلِ التَّكْرِمَةِ و رَفْعِ الدَّرَجَاتِ هٰذَا كَلَامُه ۔(۱)

(ترجمہ) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رات کو مکہ اور مدینہ کے درمیان سفر کررہے تھے۔ جب ہم ایک وادی سے گزرے تو فرمایا: یہ کون سی وادی ہے؟ ساتھیوں نے عرض کیا: وادی ارزق ہے۔ اس پر حضور ﷺ نے فرمایا: گویا کہ موسیٰ علیہ السلام کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ اپنے کانوں میں اپنی انگلیاں ڈالے ہوئے ہیں اور اس وادی سے گزرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تلبیہ کررہے ہیں۔ پھر ہم سفر کرتے ہوئے ایک گھاٹی میں پہنچے۔ تو یہاں حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: گویا کہ میں اب حضرت یونس علیہ السلام کو دیکھ رہا ہوں۔ اب مجھے ایسے نظر آرہا ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام سرخ اونٹنی پر سوار ہیں، اونی جبہ میں ملبوس ہیں اور تلبیہ کرتے ہوئے اس وادی سے گزر

ا۔ بیہقی شریف، بمسئلہ حدیث نمبر ۹۱۰۴

رہے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں آیا ہے کہ وہ اونٹ پر سوار تھے اور ایک روایت میں ہے کہ بیل پر سوار تھے۔ ان میں کوئی منافات نہیں ہے (یعنی ایک روایت دوسری کے منافی نہیں) ممکن ہے کہ انہوں نے حج بارِ دگر کیا ہو۔ ایک مرتبہ اونٹ پر سوار ہوتے ہوئے اور دوسری مرتبہ بیل پر۔ اس میں کوئی اخفا نہیں پایا جاتا کہ شہداء کا رزق جماع پر بھی صادق آتا ہے۔ کیونکہ اس سے بھی اکل وشرب (کھانے پینے) کی طرح لذت حاصل ہوتی ہے۔ شمس رملی نے فتویٰ دیا ہے کہ انبیاء صلوات اللہ وسلامہ علیہم اور شہداء رضی اللہ عنہم کھاتے پیتے بھی ہیں، نماز بھی پڑھتے ہیں، روزے بھی رکھتے ہیں اور حج بھی کرتے ہیں۔ اس میں البتہ اختلاف پایا جاتا ہے کہ کیا نکاح بھی کرتے ہیں۔ ایک قول ہے کہ کرتے ہیں اور دوسرا قول ہے کہ نہیں کرتے۔ اور انہیں نماز، روزہ اور حج پر ثواب بھی ملتا ہے۔ مگر اس سلسلے میں ان پر کوئی تکلیف (شرعی ذمہ داری) عائد نہیں ہوتی۔ کیونکہ موت کے بعد تکلیف (یعنی شرعی ذمہ داری) منقطع یا ختم ہو جاتی ہے۔ بلکہ ایسا بطور عزت و بزرگی اور برائے بلندئ درجات کے لیے ہوتا ہے۔

(ان کا کلام یہاں تک ہے)

اور انبیاء علیہم السلام کی حیات بعد الموت کے بارے میں احادیث صحیحہ کے بہت سے شواہد ہیں۔ منجملہ ان میں وہ حدیث بھی ہے کہ جس میں سید عالم ﷺ نے فرمایا کہ

مَرَرْتُ عَلٰی مُوْسٰی لَیْلَۃَ اَسْرٰی بِہٖ عِنْدَ الْکَثِیْبِ الْاَحْمَرِ وَ هُوَ قَائِمٌ یُصَلِّیْ فِیْ قَبْرِہٖ۔ (۱)

۱۔ مسلم شریف، ج ۲، ص ۲۶۸

(میں معراج کی رات موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا سرخ ٹیلے کے پاس سے گزرا اور وہ اپنی قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔)

اور ایسی ہی بہت سی احادیث آئی ہیں جن میں نبی کریم ﷺ کی شب معراج بہت سے انبیائے کرام سے ملاقات کا ذکر آتا ہے۔

اور حافظ منذری کی یہ روایت پہلے گزر چکی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

عِلْمِیْ بَعْدَ وَفَاتِیْ کَعِلْمِیْ فِیْ حَیَاتِیْ۔

(میری وفات کے بعد میرا علم ایسے ہی ہے جیسے میری حیات میں میرا علم۔)

ابن عدی نے اپنی کامل میں اور ابو یعلیٰ نے ثقہ راویوں کے ذریعے سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً یہ حدیث روایت کی ہے۔

اَلْاَنْبِیَاءُ اَحْیَاءٌ فِیْ قُبُوْرِهِمْ یُصَلُّوْنَ وَ صَحَّحَهُ الْبَیْهَقِیّ۔

(انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔) امام بیہقی نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

اور حضرت اوس سے یہ حدیث بھی مرفوعاً مروی ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اَفْضَلُ اَیَّامِکُمْ یَوْمَ الْجُمُعَةِ فِیْهِ خُلِقَ آدَمُ وَ فِیْهِ قُبِضَ وَ فِیْهِ النَّفْخَةُ فَاَکْثِرُوْا عَلَیَّ مِنَ الصَّلَاةِ فِیْهِ فَاِنَّ صَلٰوتَکُمْ مَعْرُوْضَةٌ عَلَیَّ قَالُوْا وَ کَیْفَ تُعْرَضُ صَلٰوتُنَا عَلَیْكَ وَ قَدْ اَرِمْتَ وَ بَلِیْتَ فَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَی الْاَرْضِ اَنْ تَاْکُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِیَاءِ عَلَیْهِمُ السَّلَامُ۔ اخرجه ابن حبان فی

صحیحه و الحاکم و صححه و ذکر البیهقی له شواهد۔

(سب سے افضل دن جمعہ کا دن ہے، جس میں آدم علیہ السلام کی تخلیق ہوئی، اسی میں قبض اور نفخہ ہوا یعنی ان کا پیکر تیار ہوا اور اس میں ان کی روح پھونکی گئی۔ تو اس میں مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو کہ تمہارے درود مجھے پیش کیے جاتے ہیں۔ صحابہ نے عرض کیا: ہمارے درود آپ کو کیسے پیش کیے جائیں گے جبکہ آپ کا پیکر اقدس بھی مٹی میں مل چکا ہوگا اور بوسیدہ ہو چکا ہوگا۔ اس پر حضور ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے جسموں کو کھائے۔"

اس حدیث کو ابن حبان نے اپنی صحیح میں اور حاکم نے بھی روایت کیا ہے اور اسے صحیح قرار دیا ہے۔ اور بیہقی نے اس کے کئی شواہد بیان کیے ہیں۔

ابن ماجہ نے بھی اسناد جید سے (عمدہ سندوں سے) حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً یہ حدیث روایت کی ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اَکْثِرُوا الصَّلٰوۃَ عَلَیَّ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ فَاِنَّہٗ مَشْھُوْدٌ تَشْھَدُہُ الْمَلَائِکَۃُ وَ اِنَّ اَحَدًا لَنْ یُّصَلِّیَ عَلَیَّ اِلَّا عُرِضَتْ عَلَیَّ حِیْنَ یَفْرُغُ مِنْھَا قَالَ قُلْتُ وَ بَعْدَ الْمَوْتِ قَالَ وَ بَعْدَ الْمَوْتِ اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ عَلَی الْاَرْضِ اَنْ تَاْکُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِیَاءِ عَلَیْھِمُ السَّلَامُ فَنَبِیُّ اللّٰہِ حَیٌّ یُّرْزَقُ۔ ھذا اللفظ رواہ ابن ماجہ (۱)

۱۔ ابن ماجہ، ص ۱۱۹

جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو کہ یہ حاضری کا دن ہے، اس میں ملائکہ حاضر ہوتے ہیں اور کوئی بھی جب کبھی مجھ پر درود پڑھتا ہے، اس کا درود مجھ پر برابر پیش کیا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ اس سے فارغ ہو جائے۔ راوی (حضرت ابودرداء) کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: اور موت کے بعد بھی؟ فرمایا: ہاں موت کے بعد بھی۔ بیشک اللہ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے جسموں کو کھائے۔ تو اللہ کا نبی زندہ ہوتا ہے اور اسے رزق دیا جاتا ہے۔ یہ حدیث ان الفاظ کے ساتھ ابن ماجہ نے روایت کی ہے۔

ابن عساکر نے بھی حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے کئی طریقوں یا واسطوں سے یہ حدیث مرفوعاً روایت کی ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ اللّٰہَ اَعْطَانِیْ مَلَکًا مِنَ الْمَلَائِکَۃِ یَقُوْمُ عَلٰی قَبْرِیْ اِذَا اَنَا مِتُّ فَلَا یُصَلِّیْ عَلَیَّ اَحَدٌ صَلَاۃً اِلَّا قَالَ یَا اَحْمَدُ فُلَانُ بْنُ فُلَانٍ یُصَلِّیْ عَلَیْکَ یُسَمِّیْہِ بِاِسْمِہٖ وَ اِسْمِ اَبِیْہِ فَیُصَلِّی اللّٰہُ عَلَیْہِ مَکَانَھَا عَشْرًا وَ فِیْ رِوَایَۃٍ اَعْطٰی مَلَکًا اَسْمَاعَ الْخَلَائِقِ فَھُوَ قَائِمٌ عَلٰی قَبْرِیْ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ۔ الحدیث

(بے شک اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ میری خدمت میں دیا ہے جو میرے وصال کے بعد میری قبر پر کھڑا رہے گا۔ جب کوئی مجھ پر درود پڑھے گا تو وہ کہے گا۔ یا احمد! فلاں ابن فلاں (فلاں کا فلاں بیٹا) آپ پر درود پڑھ رہا ہے، وہ اس کا نام اور اس کے باپ کا نام بھی لے گا۔ تو اللہ اس کے بدلے اس پر دس مرتبہ رحمت نازل فرمائے گا اور ایک روایت میں آیا ہے کہ ایک فرشتے کو تمام مخلوقات کے کان یا سننے

کی صلاحیتیں عطا فرما رکھی ہیں جو میری قبر پر قیامت تک کھڑا رہے گا۔

الحدیث

بزّاز نے صحیح راویوں سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ لِلّٰہِ تَعَالٰی مَلَآئِکَۃً سَیَّاحِیْنَ یُبَلِّغُوْنَ عَنْ اُمَّتِی السَّلَامَ قَالَ وَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ خَیْرٌ لَکُمْ تُحَدِّثُوْنَ وَ یُحَدَّثُ لَکُمْ وَ وَفَاتِیْ خَیْرٌ لَکُمْ تُعْرَضُ عَلَیَّ اَعْمَالُکُمْ فَمَا رَاَیْتُ مِنْ خَیْرٍ حَمِدْتُ اللّٰہَ عَلَیْہِ وَ مَا رَاَیْتُ مِنْ شَرٍّ اِسْتَغْفَرْتُ اللّٰہَ لَکُمْ۔

بے شک اللہ تعالیٰ کے سیاح فرشتے (ملائکہ سیاحین) ہیں، جو گھومتے رہتے ہیں جو میرے کسی امتی کی طرف سے سلام مجھ تک پہنچاتے رہتے ہیں۔ انہوں (یعنی ابن مسعود) نے یہ بھی بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ تمہارے لیے بہتر ہے جو اس وقت تم بیان کرتے ہو اور جو تم سے بیان کیا جاتا ہے (یعنی میری یہ زندگی اور گفتگو تمہارے لیے بہتر ہے) اور میری وفات بھی تمہارے لیے بہتر ہے کہ تمہارے اعمال میرے سامنے پیش کیے جائیں گے کہ جو نیکی دیکھوں گا اس پر اللہ کا شکر ادا کروں گا اور جو برائی دیکھوں گا اللہ سے تمہارے لیے استغفار کروں گا۔

قطب شعرانی نے صفوۃ الاولیاء سید محمد وفا نفعنا اللہ بہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی زیارت کا شرف حاصل کیا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی ذات شریف کے بارے میں فرمایا کہ میں مرا نہیں (یعنی عام

انسانوں کی طرح میری موت نہیں ہوئی کہ زندگی کا سلسلہ ہی بالکل منقطع ہو گیا ہو) بلکہ میری موت تو میری پردہ پوشی سے عبارت ہے، اُس سے جو کہ اللہ سے یا اللہ کی طرف سے علم نہیں رکھتا۔ اور جو اللہ کی طرف سے علم وفہم رکھتا ہے تو اسی طرح میں اسے دیکھتا ہوں اور وہ بھی مجھے دیکھتا ہے۔ ان کا یہ قول انہی کے الفاظ میں طبقاتِ کبریٰ سے نقل کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے حضور کے ساتھ محبت وعشق رکھنے والوں میں سے بنائے اور آپ کے لذیذ شراب وصال (زیارت) سے ذائقہ اندوز ہونے والوں میں سے بنائے۔ بجاہ آلہ وصحبہ واحبابہ۔ آمین!

تو اے کئیب (غمگین اور شکستہ دل) دیکھو کہ اس محبوبِ اعظم ﷺ کی کیا خوبصورت صفات ہیں اور وہ اپنے اس قریب مجیب پر کیا کرم فرماتے ہیں۔ لہٰذا آپ پر دور دراز سے (ابعد اقصیٰ) سے سلام کہو۔ حضور تمہیں سلام کا جواب دیں گے اور حضور کی شفاعت طلب کرو، ملک علام کے ہاں تمہاری شفاعت فرمائیں گے اور آپ کی قبر مکرم کی زیارت سے محروم نہ رہو کہ وہ تمہارے بارے میں ہمیشہ شوق رکھتے ہیں اور سازو سامانِ دنیوی میں مشغولیت کے باعث حضور کی بارگاہ میں حاضر ہونے سے نہ بیٹھے رہو کہ وہ تمہارے خواب میں ملنے آئیں گے اور زیارت کرائیں گے۔ پھر اگر تم حضور کی طرف جانے کا یا سفر کا عزم کرو اور سواری پر سوار ہو اور اگر انصاف سے کام لو تو قدموں کی بجائے سر کے بل چل کے دوڑتے ہوئے حضور کی طرف جاؤ کہ حضور تمہارے لیے استغفار کے ذریعے تمہارے دنیاوی گناہوں اور خطاؤں کو معاف کرادیں گے اور وہ کل بروزِ قیامت کو تمہارے شافع یعنی شفاعت کرنے والے ہوں گے اور دارالسلام یعنی جنت کی طرف تمہارے قائد ہوں گے۔ لہٰذا ہم یہ ایمان رکھتے ہیں اور تصدیق کرتے ہیں کہ حضور ﷺ زندہ ہیں، انہیں رزق دیا جاتا ہے اور آپ کے جسد شریف کو زمین نہیں کھاتی۔ اور یہی حال ، مقام اور شان تمام انبیاء علیہم السلام کا ہے۔ اور اسی پر اجماع امت ہے۔

اگر تم یہ کہو کہ قرآن تو حضور جان نور ﷺ کی موت کے بارے میں بتاتا ہے۔ جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا ہے:

اِنَّكَ مَيِّتٌ وَ اِنَّهُمْ مَيِّتُوْنَ (۱)

(بے شک آپ بھی مرنے والے یا موت کا ذائقہ چکھنے والے ہیں اور یہ سب بھی مرنے والے ہیں۔)

اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے:

اِنِّی امْرُءٌ مَقْبُوْضٌ

(میں بھی یقیناً ایک ایسا انسان ہوں جس کی روح قبض کی جانے والی ہے۔)

اور حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:

فَاِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ مَاتَ (۲)

بیشک حضرت محمد ﷺ وصال فرما گئے ہیں۔

اور مسلمانوں کا اس پر علی الاطلاق اجماع ہوا۔ یعنی سبھی مسلمانوں کا بلا استثناء مکمل اجماع ہوا۔ شیخ تقی الدین السبکی رضی اللہ عنہ نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ یہ موت غیر مستمر ہے یعنی ہمیشہ جاری رہنے والی نہیں۔ اور بلا شبہ حضور ﷺ کو وفات کے بعد زندگی عطا فرما دی گئی۔ اور نقل مِلک وغیرہ تو موتِ مستمر سے مشروط ہے۔ ورنہ تو حیاتِ ثانیہ حیاتِ اخرویہ ہے۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ حیات شہداء کی زندگی سے زیادہ اعلیٰ اور اکمل ہے۔ اور یہ بلا اشکال روح کے لیے ثابت ہے۔ اور یہ بھی احادیث سے ثابت ہو چکا ہے کہ اجسادِ انبیاء (انبیاء کے جسم) تحلیل نہیں ہوتے اور ارواح کا جسم میں لوٹایا جانا تو سبھی

۱۔ سورۃ الزمر، آیت: ۳۰

۲۔ بخاری شریف، جلد اول، ص ۵۱۷

وں (فوت شدگان) کے لیے حدیث صحیح سے ثابت ہے۔ چہ جائیکہ شہداء اور چہ جائیکہ
یاء ہوں۔ شہداء کا حال تو اس سے بھی بڑھ کر ہے اور انبیاء کا ان شہداء سے بھی بڑھ کر۔
ں بحث ان کے بدن کے اندر اس کے استمرار (مسلسل پائے جانے اور جاری رہنے) میں
ے اور اس بارے میں کہ اس (عودِ روح) سے بدن اسی طرح زندہ ہو جاتا ہے، جیسا کہ دنیا
ں اس کی حالت ہوتی ہے یا اس کے علاوہ کسی اور حالت میں زندہ رہتا ہے، جیسے اللہ تعالیٰ
ہے۔ کیونکہ روح کا زندگی کے لیے لازم و ملزوم ہونا امر عادی ہے، عقلی نہیں۔ اور یہ ایسے
ور سے ہے جن کی عقل اجازت دیتی ہے یا جن کو عقل جائز اور ممکن سمجھتی ہے۔ اگر یہ صحیح
ہے تو اسے مانو اور اس کی پیروی کرو۔ علماء کی ایک جماعت نے اس کو بیان کیا ہے۔ اور
ی علیہ السلام کا قبر میں نماز پڑھنا اس کی شہادت دیتا ہے۔ کیونکہ نماز ایک زندہ جسم کو
لزم ہے۔ اور اس طرح کی تمام صفات جو انبیاء کے بارے میں شبِ اسریٰ کو مذکور ہوئی
ں وہ سب کی سب اجسام کی صفات ہیں۔ اس کے حیاتِ حقیقی ہونے سے یہ لازم نہیں آتا
ہ ابدان کے ساتھ ہو۔

جیسا کہ انبیاء کے بارے میں آتا ہے۔ طعام و شراب (کھانے پینے) وغیرہ کی
فات جو کہ اجسام کی صفات ہیں جنہیں ہم مشاہدہ کرتے ہیں بلکہ ان کے لیے دوسرا حکم
ہے۔ تو عقلی اعتبار سے کوئی ایسا امر نہیں ہے جو ان کے لیے حیاتِ حقیقیہ کے اثبات سے
نع ہو اور جہاں تک ادراکات کا تعلق ہے جیسے علم (جاننا) اور سماع (سننا) تو اس میں کوئی
ک نہیں کہ یہ ان کے لیے ثابت ہے، بلکہ ایک طرح سے تمام موتیٰ (مُردوں یا فوت
دگان) کے لیے بھی ثابت ہے اور اسے شیخ زین الدین عراقی نے بیان کیا ہے۔ یہ خلاصہ
ہے مواہب لدنیہ کا اور نفحات الرضا کا۔

ابھی کچھ چیزیں اس میں سے باقی رہ گئی ہیں۔ لہٰذا اب ہم تفسیر مظہری کی عبارت
نقل کرتے ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ۔(۱)

(اور جو اللہ کے راستے میں مارے جائیں انہیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہوتے ہیں اور لیکن تم شعور نہیں رکھتے۔)

بے شک اللہ تعالیٰ ان کی ارواح کو اجسام کی قوت عطا کرتا ہے تو وہ زمین و آسمان اور جنت میں جہاں چاہتے ہیں جاتے ہیں اور اپنے اولیاء کی مدد کرتے ہیں اور ان کے دشمنوں کو ہلاک کر دیتے ہیں، اگر اللہ تعالیٰ چاہے۔ اور اسی زندگی کی بناء پر زمین ان کے جسموں کو نہیں کھاتی اور نہ ہی ان کے کفنوں کو۔ امام بغوی کہتے ہیں کہ ایک قول یہ بھی آیا ہے کہ ان کی ارواح ہر رات عرشِ الٰہی کے نیچے رکوع اور سجدہ کرتی ہیں اور یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمانِ گرامی ہے:

اِنَّ الشُّهَدَاءَ اِذَا اسْتُشْهِدُوْا اَنْزَلَ اللّٰهُ جَسَدًا كَاَحْسَنِ جَسَدٍ ثُمَّ يُقَالُ لِرُوْحِهٖ اُدْخُلْ فِيْهِ فَيَنْظُرَ اِلٰى جَسَدِهِ الْاَوَّلِ مَا يُفْعَلُ بِهٖ وَ يَتَكَلَّمُ فَيَظُنُّ اِنَّهُمْ يَسْمَعُوْنَ كَلَامَهٗ وَ يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ فَيَظُنُّ اِنَّهُمْ يَرَوْنَهٗ حَتّٰى تَاْتِيَهٗ اَزْوَاجُهٗ مِنَ الْحُوْرِ الْعِيْنِ فَيَذْهَبْنَ ۔ رواہ ابن مندہ مرسلاً۔

شہداء جب شہید ہوتے ہیں اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ ان کے لیے ایسا جسم اتارتا ہے جو بہترین جسم ہوتا ہے، پھر اس شہید کی روح سے کہا جاتا ہے اس میں داخل ہو، یا اس کے پہلے جسم کی طرف نظر کرتا ہے کہ اس کے ساتھ کیا معاملہ کرے۔ وہ بات کرتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ وہ اس کے کلام کو سنتے ہیں اور ان کی طرف دیکھتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ وہ بھی

۱۔ سورۃ البقرۃ، آیت:۱۵۴

اس کو دیکھتے ہیں۔ یہاں تک کہ حورعین سے اس کی ازواج اس کے پاس چلی آتی ہیں۔

اس حدیث کو ابن مندہ نے مرسلاً روایت کیا ہے۔

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے:

اَرْوَاحُ الشُّهَدَاءِ عِنْدَ اللّٰهِ فِیْ طَیْرٍ خُضْرٍ تَسْرَحُ فِی الْجَنَّةِ حَیْثُ شَاءَتْ ثُمَّ تَاْوِیْ اِلٰی قَنَادِیْلَ تَحْتَ الْعَرْشِ۔

شہیدوں کی روحیں اللہ کے پاس سبز پرندوں میں ہوتی ہیں۔ جو جنت میں جس طرف چاہتی ہیں سیر و تفریح کرتی ہیں۔ پھر وہ عرشِ الٰہی کے نیچے قندیلوں میں بسیرا کرتی ہیں۔

علماء کی ایک جماعت کا مذہب یہ ہے کہ یہ زندگی شہداء سے خاص ہے۔ اور میری رائے میں حق یہ ہے کہ یہ (شہداء) کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ انبیاء کی زندگی ان سے زیادہ قوی ہے۔ اور خارجی آثار (واحکام) ان سے زیادہ ظاہر ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ نبی اکرم ﷺ کی ازواج سے آپ کی وفات کے بعد نکاح بھی جائز نہیں بخلافِ شہداء اور صدیقین کے جن کا درجہ شہداء سے زیادہ ہوتا ہے اور صالحین یعنی اولیاء اللہ سے ملحق ہیں۔ جبکہ آیتِ کریمہ کی ترتیب دلالت کرتی ہے۔

مِنَ النَّبِیّٖنَ وَ الصِّدِّیْقِیْنَ وَ الشُّهَدَاءِ وَ الصّٰلِحِیْنَ۔

(کہ پہلے نبیوں، پھر صدیقوں، پھر شہیدوں اور پھر صالحین کا ذکر ہے۔)

اور اسی لیے صوفیائے کرام نے کہا ہے:

اَرْوَاحُنَا اَجْسَادُنَا وَ اَجْسَادُنَا اَرْوَاحُنَا۔

ہماری روحیں ہمارے جسم اور ہمارے جسم ہماری روحیں ہیں۔

اور کثیر اولیاء کے بارے میں یہ تواتر کے ساتھ منقول ہے کہ وہ اپنے دوستوں کی مدد کرتے ہیں اور ان کے دشمنوں کو ہلاک کرتے ہیں اور اللہ کا راستہ دکھاتے ہیں یا اللہ کی طرف رہنمائی فرماتے ہیں جس کو یا جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ چاہے۔

اور حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

''ارباب کمالات نبوت بالوراثت یعنی وراثت یا نیابت کے طور پر کمالاتِ نبوت حاصل کرنے والے، میں کہتا ہوں کہ وہ لسان شرع یعنی شریعت کی اصطلاح میں صدیقین اور مقربین ہوتے ہیں۔ انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہبی وجود عطا ہوتا ہے اور وہ انبیاء اور شہداء کے اجساد (جسموں) پر دلالت کرتا ہے۔ اور بعض صلحاء (کے جسموں) کو زمین نہیں کھاتی۔''

اور حاکم اور ابوداؤد نے حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے: وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَى الْاَرْضِ اَنْ تَاْكُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِيَاءِ۔(۱)

بے شک اللہ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاءؑ کے جسموں کو کھائے۔

ابن ماجہ نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے اسی قسم کی حدیث روایت کی ہے۔ اور حضرت عبدالرحمٰن بن صعصہ رضی اللہ عنہ سے یہ واقعہ روایت کیا ہے کہ انہیں یہ خبر ملی کہ حضرت عمرو بن الجموح اور حضرت عبیداللہ بن جبیر الانصاری رضی اللہ عنہما کی قبروں تک سیلاب کا پانی پہنچ گیا اور وہ دونوں ایک ہی قبر میں مدفون ہیں اور وہ ان صحابہ میں سے ہیں جو کہ غزوۂ احد میں شہید ہوئے تھے۔ ان کی قبر کھودی گئی تاکہ انہیں نکال کر کسی اور جگہ دفن کیا

۱۔ کنز العمال، حدیث نمبر ۳۲۲۴۴

جائے تو دیکھا گیا کہ ان کے جسموں میں کسی قسم کا تغیر نہیں آیا۔ اور ایسے معلوم ہوتا تھا کہ گویا وہ کل ہی فوت ہوئے ہیں۔ اور رجب کہ یوم احد اور ان کی قبر کشائی کے درمیان چھیالیس کا عرصہ بنتا ہے۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے جب کظامہ کو جاری کرنے کا ارادہ کیا تو اعلان کیا کہ جس کا کوئی عزیز احد میں شہید ہوا ہے، وہ آ جائے۔ یہ سن کر لوگ اپنے اپنے مقتولین (شہداء کی قبروں) کے پاس آئے تو انہیں تر و تازہ پایا۔ سب کے جسم صحیح و سالم تھے اور مسحہ ان میں سے جس جس شہید کو لگا تھا تو اس سے خون بہہ نکلا۔ وہ لوگ ان کی قبروں سے مٹی کو ہٹاتے تھے۔ جب قبر کھودتے ہوئے مٹی کو باہر گراتے تو اس سے مشک (کستوری) کی خوشبو نکلتی تھی۔ ایسے ہی واقدی اور "صاحب مواہب" زیارتِ آنحضرت ﷺ کے باب میں لکھتے ہیں:

> "چاہیے کہ قبر مکرم سے کم از کم چار بالشت کے فاصلے پر کھڑا ہو اور ادب، خشوع اور تواضع کو لازم پکڑے اور مقام ہیبت میں حضرت کے ساتھ کھڑا ہو کر آنکھوں کو پست کر دے۔ جیسا کہ حضور کی زندگی میں معمول تھا۔ اس لیے کہ آپ کی موت اور آپ کی زندگی میں کوئی فرق نہیں کہ آپ اب بھی اسی طرح امت کو مشاہدہ کر رہے ہیں اور ان کے احوال، ان کی نیتوں، ان کے عزائم اور ان کے خواطر (خیالات) کو دیکھ رہے ہیں۔ اور تصور کے نزدیک سب زیادہ روشن اور ظاہر و باہر ہے۔

مولانا روم فرماتے ہیں:

احوال امتش ہمہ معلوم یک بیک

آپ کو اپنی امت کے حالات ایک ایک کر کے معلوم ہیں۔

مَنْ شَكَّ فِيهِ ضَلَّ وَ مَنْ اَيْقَنَ اِهْتَدٰى۔

جس نے اس میں شک کیا وہ گمراہ ہوا اور جس نے یقین کرلیا اسی نے ہدایت پائی۔

اور ہم اسی قدر پر اکتفاء کرتے ہیں۔ فَاِنَّہٗ بَحْرٌ عَمِيْقٌ لَا يُدْرَكُ سَاحِلُهَا (کیونکہ یہ ایک ایسا گہرا سمندر ہے جس کے ساحل کا کوئی پتہ نہیں۔)

مولانا روم قدس سرہ کا اسی مضمون کا ایک شعر یوں ہے:

در نظر بودش مقامات العباد
زیں سبب نامش خدا شاہد نہاد

چونکہ بندوں کے مقامات نگاہِ مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے تھے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کا نام شاہد رکھا ہے۔

☆......☆......☆

توسل بالنبی ﷺ
(وسیلہ کی شرعی حیثیت)

السیرۃ الحمدیہ میں ہے کہ امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضور سید عالم ﷺ سے استغاثہ (فریاد کرنا) اور تشفع (سفارش طلب کرنا) اور آپ کے وسیلہ اور جاہ و برکت سے اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا انبیائے کرام کی سنت اور سلف صالحین کا طریقہ رہا ہے۔ اور آپ ﷺ کی تخلیق سے پہلے اور بعد میں بھی یہ سلسلہ جاری رہا ہے جس کے متعدد واقعات آپ کی حیات ظاہری دنیوی میں بھی اور حیات برزخی میں بھی بعد از وصال بھی رونما ہوتے رہے ہیں اور عرصات محشر میں بھی پیش آئیں گے۔ یہ ایسے امور و واقعات ہیں جن کے بارے میں اجماع پایا جاتا ہے۔ اور اخبار و احادیث میں تواتر کے ساتھ مروی ہیں۔ جب اعمال کے وسیلے سے سوال کرنا جائز ہے جیسا کہ صحیح احادیث میں آیا ہے جبکہ اعمال مخلوق ہیں اور انسان کے کسب و اختیار کا نتیجہ ہیں، تو نبی ﷺ کے وسیلے سے سوال کرنا بطریق اولیٰ جائز ہے۔

دستور یہ ہے کہ جس کی کسی شخص کے ہاں قدر و منزلت ہوتی ہے اپنے کام کے سلسلے میں اس کے ہاں اسی کی قدر و منزلت کو وسیلہ بنایا جاتا ہے۔ کیونکہ وہ اس متوسل بہ (جس کو وسیلہ بنایا گیا ہے) کو عزت و احترام اور اعزاز و اکرام کے ساتھ دیکھتا اور اس کی

سفارش کو قبول کر لیتا ہے۔ بلاشبہ کسی محبوب اور معظم شخصیت کا ذکر قبولیت کا سبب ہوتا ہے۔ اس کو توسل (وسیلہ پکڑنا) اور استغاثہ (فریاد کرنا) یا تشفع (سفارش طلب کرنا) کے ساتھ تعبیر کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ وسیلہ کے معنی ہیں کسی حاجت کے سلسلہ میں ان کے ساتھ توجہ کرنا اور واسطہ دینا۔

حاکم، طبرانی اور بیہقی نے حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لَمَّا اقْتَرَفَ آدَمُ الْخَطِيْئَةَ قَالَ يَا رَبِّ اَسْأَلُكَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ لِمَا غَفَرْتَ لِيْ قَالَ اللّٰهُ يَا آدَمُ كَيْفَ عَرَفْتَ مُحَمَّدًا وَلَمْ اَخْلُقْهُ قَالَ يَا رَبِّ لِاَنَّكَ لَمَّا خَلَقْتَنِيْ بِيَدَيْكَ وَنَفَخْتُ فِيْ مِنْ رُوْحِكَ رَفَعْتُ رَأْسِيْ فَرَاَيْتُ مَكْتُوْبًا عَلٰى قَوَائِمِ الْعَرْشِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ فَعَرَفْتُ اِنَّكَ لَمْ تُضِفْ اِلٰى اِسْمِكَ اِلَّا اَحَبَّ الْخَلْقِ اِلَيْكَ فَقَالَ تَعَالٰى صَدَقْتَ يَا آدَمُ اِنَّهُ لَاَحَبُّ الْخَلْقِ اِلَيَّ اِنْ سَاَلْتَنِيْ بِحَقِّهٖ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكَ وَلَوْلَا مُحَمَّدٌ لَمَا خَلَقْتُكَ۔ (۱)

جب حضرت آدم سے خطا سرزد ہوئی تو انہوں کہا اے میرے پروردگار! میں تجھ سے حضرت محمد ﷺ کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں کہ مجھے بخش دے۔ اللہ سبحانہٗ تعالیٰ نے فرمایا اے آدم! تو نے محمد کو کیسے جانا جب کہ میں نے ابھی ان کو (جسمانی طور پر) تخلیق بھی نہیں فرمایا۔ حضرت آدم نے عرض کیا کہ اے میرے پروردگار! وہ اس

۱۔ کنز العمال، ج ۱۱، حدیث نمبر ۳۲۱۳۸

طرح کہ جب تُو نے مجھے اپنے دستِ قدرت سے تخلیق فرمایا تھا اور مجھ میں اپنی روح کو پھونکا تھا تو اس وقت میں نے اپنا سر اوپر اٹھایا اور عرش کے پایوں پر لا الہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ لکھا دیکھا۔ اس سے میں نے معلوم کرلیا کہ بیشک تُو نے اپنے نام کے ساتھ صرف اس کو ملایا ہے جو مخلوق میں تجھے سب سے زیادہ محبوب ہے۔ اللہ جل شانہٗ نے فرمایا اے آدم! تو نے سچ کہا۔ بلاشبہ وہ مجھے تمام مخلوق سے زیادہ محبوب ہے۔ اگر تو نے ان کے وسیلہ سے سوال کیا ہے تو میں نے تجھے بخش دیا۔ اور اگر محمد نہ ہوتا تو میں تمہیں بھی پیدا نہ کرتا۔

ترمذی نے یہ حدیث روایت کی ہے اور اسے صحیح قرار دیا ہے۔ اسی طرح نسائی اور بیہقی نے بھی یہ حدیث کئی طریقوں سے حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ایک نابینا شخص نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ میرے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں کہ مجھے عافیت (آنکھوں کی صحت یعنی بینائی) عطا فرمادے۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ اگر تم چاہو تو میں دعا کیے دیتا ہوں۔ اور اگر چاہو تو صبر کرو کہ یہ تمہارے لیے بہتر ہے۔ اس نے عرض کیا: حضور! میرے لئے دعا ہی فرمائیں۔ راوی کہتا ہے کہ اس پر حضور ﷺ نے اسے ارشاد فرمایا کہ پہلے اچھی طرح وضو کرو اور پھر دو نفل پڑھو اور پھر اچھی طرح وضو کرو اور پھر ان الفاظ کے ساتھ اللہ سے دعا کرو:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُكَ وَاَتَوَجَّهُ اِلَيْكَ بِنَبِيِّكَ نَبِيِّ الرَّحْمَةِ يَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ تَوَجَّهْتُ بِكَ اِلٰی رَبِّیْ لِيُقْضٰی حَاجَتِیْ، اَللّٰهُمَّ شَفِّعْهُ فِیَّ۔ (۱)

اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیرے نبی جو کہ نبیِ رحمت ہیں کا

ا۔ ابن ماجہ، ص ۱۰۰

تیری بارگاہ میں وسیلہ پیش کرتا ہوں اور یا محمد! میں آپ کے وسیلے سے رب کی بارگاہ میں عرض کرتا ہوں کہ میری حاجت پوری فرمادے اور اے اللہ! ان کی شفاعت (سفارش) میرے حق میں قبول فرما۔

بیہقی نے اس حدیث کو کئی طریقوں سے روایت کیا ہے اور اس کے آخر میں یہ الفاظ بھی آئے ہیں۔ فَقَامَ فَاَبْصَرَ (اس کے بعد جب وہ کھڑا ہوا تو اس کی آنکھوں میں نور تیر رہا تھا اور اس کی بینائی لوٹ آئی تھی)۔ ایک روایت میں ہے فَفَعَلَ فَبَرَءَ (کہ اس نے حسب الارشاد عمل کیا اور اسی وقت اس کی بینائی بحال ہوگئی)۔

اسی طرح ایک طویل اور صحیح حدیث میں آیا ہے کہ حضرت عمر کے زمانے میں لوگ خشک سالی اور قحط کا شکار ہوگئے تو ایک شخص نبی ﷺ کی قبر انور کے پاس آیا اور عرض کیا یارسول اللہ! اپنی امت کے لئے استسقاء (باران رحمت) کی دعا کیجئے۔ تو حضور ﷺ اس کے خواب میں تشریف لائے اور ارشاد فرمایا کہ جلد ہی باران رحمت نازل ہوگی۔ چنانچہ ایسے ہی ہوا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کیا خوب فرمایا ہے۔

تَوَسَّلْ بِالنَّبِيِّ فِيْ كُلِّ خَطْبٍ
يُهَوَّنُ اِذَا تَوَسَّلَ بِالنَّبِيِّ

ہر مشکل میں نبی کا وسیلہ پکڑو۔ جب تم نبی کا وسیلہ پکڑو گے تو ہر مشکل آسان ہو جائے گی۔

وَ لَا تَجْزَعْ اِذَا مَا نَابَ خَطْبٌ
فَكَمْ لِلّٰهِ مِنْ لُطْفٍ خَفِيٍّ

اور جب کوئی مشکل آن پڑے تو جزع و بے صبری سے کام نہ لو کہ اس میں اللہ کی کتنی مہربانیاں پوشیدہ ہوتی ہیں۔

امام علامہ سیدی ابوعبداللہ بن النعمان نے اس بارے میں ایک کتاب تالیف کی ہے اوراس کا نام مِصْبَاحُ الظَّلَامِ فِي الْمُسْتَغِيْثِيْنَ بِخَيْرِ الْاَنَامِ فِي الْيَقْظَةِ وَفِي الْمَنَامِ (اندھیروں کا چراغ حضور خیرالانام ﷺ کی بارگاہ بیکس پناہ میں خواب اور بیداری میں استغاثہ یعنی فریاد پیش کرنے والوں کے بارے میں) اوراس میں عجیب و غریب واقعات بیان کئے ہیں جن میں کوئی شخص جس کو ادنیٰ تمیز اور عقل و شعور بھی حاصل ہو، شک نہیں کرسکتا۔ آپ کے لئے اس کتاب کا مطالعہ از حد ضروری ہے۔ کیونکہ یہ اس بارے میں ایک، جامع کتاب ہے۔

اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْأَلُكَ وَ نَتَوَجَّهُ اِلَيْكَ بِنَبِيِّكَ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ ﷺ اَنْ تُحْسِنَ عَاقِبَتَنَا فِي الْاُمُوْرِ كُلِّهَا وَاَنْ تُجِيْرَنَا مِنْ خِزْيِ الدُّنْيَا وَ عَذَابِ الْاٰخِرَةِ۔

اے اللہ! ہم تجھ سے سوال کرتے ہیں اور تیرے محبوب نبی سیدنا محمد ﷺ کے وسیلہ سے دعا کرتے ہیں کہ ہمارے سب کاموں کا انجام بہتر بنا دے اور ہمیں دنیا کی رسوائی اور آخرت کے عذاب سے بچا لے۔

امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

كَمْ اَبْرَاَتْ وَصِبًا بِاللَّمْسِ رَاحَتُهُ
وَ اَطْلَقَتْ اَرِبًا مِنْ رِبْقَةِ اللَّمَمِ

آپ کے دستِ اقدس نے کتنی ہی بار صرف چھو کر مریضوں کو اچھا کر دیا۔ اور جنوں کی گرفت سے محتاجوں اور ضرورتمندوں کو نکال دیا

وَ اَحْيَتِ السَّنَةَ الشَّهْبَاءَ دَعْوَتُهُ
حَتّٰى حَكَتْ غُرَّةً فِي الْاَعْصُرِ الدُّهُمِ

اور کتنی ہی بار آپ کی دعا نے قحط اور خشک سالوں کو زندہ کر دیا۔ یہاں

تک کہ وہ سال سیاہ زمانوں میں روشن وممتاز ہو گئے۔

مَا سَامَنِی الدَّھْرُ ضَیْمًا وَّ اسْتَجَرْتُ بِہٖ
اِلَّا وَ نِلْتُ جَوَارًا مِنْہُ لَمْ یُضَمِ

جب مجھے زمانے نے ظلم کی تکلیف دی اور میں نے حضور کے دامن رحمت میں پناہ طلب کی تو میں یوں آپ کے دامنِ قرب میں آیا کہ پھر جہاں کسی جانب سے زیادتی ہو ہی نہیں سکتی۔

وَ لَا الْتَمَسْتُ غِنَا الدَّارَیْنِ مِنْ یَّدِہٖ
اِلَّا اسْتَلَمْتُ النَّدٰی مِنْ خَیْرِ مُسْتَلِمٖ

اور جب بھی میں نے آپ کے دست کرم سے دنیا وآخرت کی تونگری طلب کی تو میں نے چومنے جانے والے بہترین ہاتھوں کی عطاو بخشش کو چوم لیا۔

وَ مَنْ یَکُنْ بِرَسُوْلِ اللّٰہِ نُصْرَتُہٗ
اِنْ تَلْقَہُ الْاُسُدُ فِیْ آجَامِھَا تَجِمٖ

جسے رسول اللہ ﷺ کی تائید ونصرت حاصل ہوا سے اگر کچھاروں میں شیر بھی اس کے سامنے آجائیں تو وہ اپنی جگہ رک کے رہ جائیں۔

وَ لَنْ تَرٰی مِنْ وَّلِیٍّ غَیْرِ مُنْتَصِرٍ بِہٖ
وَ لَا مِنْ عَدُوٍّ غَیْرَ مُنْقَصِمٖ

تم حضور ﷺ کے کسی دوست کو آپ کی جانب سے بے یار و مددگار نہ پاؤ گے اور نہ ہی آپ کے کسی دشمن کو ہزیمت زدہ ہوئے بغیر دیکھو گے۔

یَا اَکْرَمَ الْخَلْقِ مَا لِیْ مَنْ اَلُوْذُبِہٖ

سِوَاکَ عِنْدَ حُلُوْلِ الْحَادِثِ الْعَمَمِ

اے مخلوقات میں سب سے زیادہ کریم بزرگ اور عزت والے!
میرے لئے آپ کے سوا کوئی سہارا نہیں کہ جس کی میں نزولِ قیامت
کے وقت پناہ لوں۔

اِنْ لَمْ تَکُنْ فِیْ مَعَادِیْ آخِذًا بِیَدِیْ فَضْلًا
وَ اِلَّا نَقُلْ یَا زَلَّۃَ الْقَدَمِ

اگر حضور ﷺ اپنے فضل و کرم سے آخرت میں میری دستگیری نہ
فرمائیں گے تو پھر مجھے کہہ دیجئے اے پھسلتے ہوئے پاؤں والے۔

حَاشَاہُ اَنْ یُحْرِمَ الرَّاجِیْ مَکَارِمَہٗ
اَوْ یَرْجِعَ الْجَارُ مِنْہُ غَیْرَ مُحْتَرَمِ

حضور ﷺ اس سے اعلیٰ وارفع ہیں کہ امیدوارِ رحمت ان کے کرم سے
محروم رہ جائے یا آپ کی پناہ لینے والا بے عزت ہو کر لوٹ جائے۔

یَا نَفْسُ لَا تَقْنَطِیْ مِنْ زَلَّۃٍ عَظُمَتْ
اِنَّ الْکَبَائِرَ فِی الْغُفْرَانِ کَاللَّمَمِ

اے میرے نفس! بڑے گناہوں کے باعث (رحمت الٰہی سے) مایوس
نہ ہو کیونکہ (اللہ کی) مغفرت کے آگے بڑے بڑے گناہ بھی چھوٹے
اور معمولی گناہوں کی طرح ہیں۔

لَعَلَّ رَحْمَۃَ رَبِّیْ حِیْنَ یُقْسِمُھَا
تَاْتِیْ عَلٰی حَسَبِ الْعِصْیَانِ فِی الْقِسَمِ

امید ہے میرے رب کی رحمت جب وہ اسے ان پر تقسیم کرے گا، تو وہ
مجھ پر میرے گناہوں کے مطابق ہی حصہ میں آئے گا۔

جہاں تک اولیائے کرام سے استمداد کا تعلق ہے اس کے بارے میں حجۃ الاسلام امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ جس سے بھی دنیوی زندگی میں امداد طلب کی جاتی ہے اس کی وفات کے بعد بھی اس سے استمداد جائز ہے۔ مشائخ کرام میں سے ایک شیخ نے بیان کیا ہے کہ میں نے چار مشائخ ایسے دیکھے ہیں جو اپنی قبروں میں اسی طرح تصرف کرتے ہیں جس طرح وہ اپنی زندگی میں تصرف فرمایا کرتے تھے۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ اور بغداد میں شیخ معروف کرخی اور شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ اور ان کے علاوہ دو اور کا بھی ذکر فرمایا۔

سید احمد بن فرزدق جو کہ دیارِ مغرب (مراکش) کے اعاظم فقہا اور علمائے صوفیاء میں سے تھے، بیان کرتے ہیں کہ ایک دن شیخ ابو العباس حضرمی نے سوال کیا اور کہا کہ کیا زندہ کی امداد زیادہ قوی ہے یا مردہ کی؟ میں نے کہا کہ لوگ کہتے ہیں کہ زندہ کی امداد زیادہ قوی ہے اور میں کہتا ہوں کہ مردہ کی امداد اقوئی (زیادہ قوی) ہے۔ انہوں نے فرمایا ہاں! ایسا ہی ہے۔ کیونکہ وہ حق کی بساط قدرت میں ہوتا ہے۔

اس بارے میں اس گروہ کے بہت سے اقوال و واقعات منقول ہیں اور وہ کتاب وسنت کی رو سے غیر معتبر نہیں اور اقوالِ سلف بھی ان کے منافی نہیں۔ تو ان کی تردید کرنا کیونکر جائز ہے جبکہ دین میں یہ اصول ثابت و مقرر ہے کہ روح باقی رہتی ہے اور اسے زائرین کا علم اور شعور بھی ہوتا ہے۔ کاملین کی ارواح کو حق تعالیٰ کے دامن رحمت میں ایسا قرب اور مقام حاصل ہوتا ہے جیسا کہ حیات دنیوی میں' بلکہ اس سے بھی زیادہ مکمل (اور اتم)۔ اور وہ اپنے دوستوں (اولیاء) کے لئے اکوان (کائنات) میں کرامت اور تصرف کا اثبات (اور مظاہرہ) کرتے ہیں اور ایسا تصرف ان کی ارواح مقدسہ کی طرف سے ہوتا ہے جو کہ باقی اور زندہ ہوتی ہیں۔ جب کہ متصرف حقیقی تو صرف اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ ہے اور سب کچھ اس کے تحتِ قدرت ہے اور وہ حیاتِ ظاہری میں اور وفات کے بعد بھی جمالِ حق میں

فانی اور مستغرق ہوتے ہیں۔تو اگر وہ اپنے اولیاء میں سے کسی کے واسطہ سے کوئی چیز عطا فرمائے جیسا کہ حیات ظاہری و دنیوی میں عطا فرمایا کرتا تھا تو یہ بعید از قیاس اور اس کی رحمت وقدرت سے دور اور ناممکن نہیں۔دونوں حالتوں میں فعل اور تصرف اللہ ہی کی طرف سے ہوتا ہے۔اور ایسی کوئی چیز نہیں جو ان دونوں حالتوں میں فرق کی موجب ہو۔

لَعَنَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ وَ النَّصَارٰى اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِيَاءِ هِمْ مَسَاجِدَ۔(۱)

اللہ یہود و نصاریٰ پر لعنت کرے کہ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا۔

مذکورہ بالا حدیث کی شرح میں شیخ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ (یعنی قبر کو سجدہ گاہ بنانا) اس صورت میں ہے جب قبر کی طرف ازراہِ تعظیم رخ کر کے نماز پڑھی جائے، تو یہ یقیناً حرام ہے۔لیکن جہاں تک کسی نبی یا ولی (کے مزار) کے جوار و قرب میں مسجد بنانے یا اس کی قبر کے نزدیک نماز پڑھنے کا تعلق ہے، اگر یہ اس کی تعظیم کے لیے نہ ہو اور نہ ہی اس کی طرف رخ کیا جائے بلکہ اس سے روحانی امداد و برکت کے حصول کے لیے ہو، تا کہ عبادت ان پاک روحوں کے قرب اور مجاورت کی برکت سے درجۂ کمال کو پہنچے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ہاں اگر زائرین یہ اعتقاد رکھتے ہوں کہ اہل قبور حق تعالیٰ کی بارگاہ کی طرف متوجہ ہوئے بغیر اور اس سے التجا کیے بغیر محض اپنی طرف سے ہی مستقل طور پر اس پر تصرف اور قدرت رکھتے ہیں اور اس پر قادر و متصرف کلی ہیں جیسا کہ جاہل اور غافل عوام اعتقاد رکھتے ہیں تو یہ بلاشک ممنوع ہے اور اس سے بچنا ضروری ہے اور عوام کا فعل قطعاً غیر معتبر اور بحث سے خارج ہے۔کوئی عالم شریعت اور احکام دین کو جاننے والا ہرگز ایسا نہیں ہے جو اس کا اعتقاد رکھتا ہو اور ایسا فعل کرتا ہو۔اور جو مشائخِ مکاشفین یعنی (اہل کشف

۱۔ مسند امام احمد بن حنبل، ج ۶ ، ص ۲۵۰۱۸

مشائخ) کاملین کی ارواح سے استمداد اور ان سے استفادہ کے بارے میں منقول ہے وہ حد وشمار سے باہر ہے اور ان کی کتابوں میں مذکور ہے اور ان کے مابین مشہور ہے کہ شاید کسی منکر اور متعصب کو ان کے کلمات سے نفع پہنچے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے محفوظ رکھے۔

ہم نے وسیلہ کے موضوع پر اس جگہ تفصیل سے کلام کیا ہے اور اس سے منکرین کی تردید کی ہے۔ کیونکہ ہمارے زمانے میں ایک فرقہ ایسا پیدا ہو گیا ہے جو کہ ان اولیاء سے استمداد و استعانت کے منکر ہیں۔ جو کہ اس دارِ فنا سے دارِ بقا (آخرت) کی طرف انتقال فرما گئے ہیں اور وہ اپنے ربّ کے پاس زندہ ہیں لیکن یہ لوگ شعور نہیں رکھتے اور ان اولیاء کی طرف توجہ کرنے والوں اور ان کا وسیلہ پکڑنے والوں کو بت پرستی کی طرح شرک قرار دیتے ہیں اور جو منہ میں آئے سو کہہ دیتے ہیں۔ وہ اس کے بارے میں حقیقی علم نہیں رکھتے اور صرف اٹکل پچو سے کام لیتے ہیں۔ ایک مدت سے میرے سینے میں ارمان اٹھتا تھا کہ اس موضوع پر اظہارِ خیال کروں۔ اب اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ایسا ممکن ہوا ہے۔

اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْحَق حَقًّا وَارْزُقْنَا اِتِّبَاعَه وَاَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَارْزُقْنَا اِجْتِنَابَه وَاھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّالِّیْنَ آمِیْنَ یَا رَبَّ الْعَالَمِیْنَ۔

اے اللہ ہمیں حق کو حق دکھا اور اس کی پیروی کرنے کی توفیق عطا فرما اور باطل کو باطل دکھا اور اس سے بچنے کی توفیق دے اور ہمیں سیدھا راستہ دکھا یعنی ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام کیا نہ کہ ان کا جن پر غضب ہوا اور نہ گمراہوں کا۔ آمین یارب العالمین



زیارتِ قبور

زیارت قبور بحیثیت مجموعی تذکر و اعتبار یعنی حصول نصیحت و عبرت کے لئے مستحب ہے۔ اور قبور صالحین کی زیارت تذکر یعنی حصول عبرت کے ساتھ ساتھ تبرک یعنی حصول برکت کے لئے بھی مستحب ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے (ابتداء میں) زیارت قبور سے منع فرما دیا تھا، پھر بعد میں اس کی اجازت عنایت فرما دی۔ حاکم نے سند صحیح کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ اَلَا فَزُوْرُوْهَا فَاِنَّهَا تُرِقُّ الْقُلُوْبَ وَتُدْمِعُ الْعَيْنَ وَ تُذَكِّرُ الْآخِرَةَ وَلَا تَقُوْلُوْا هُجْرًا۔ (۱)

میں نے تم کو (شروع میں) زیارت قبور سے منع فرمایا تھا مگر اب تم ان کی زیارت کیا کرو، کیونکہ یہ دل کو نرم کرتی ہے، آنکھوں سے آنسو بہاتی ہے اور آخرت کو یاد دلاتی ہے اور (قبروں کی زیارت کے وقت) بیہودہ گوئی (بین وغیرہ) نہ کیا کرو۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے زیارت قبور کی متعدد اقسام بیان کی ہیں۔ کیونکہ یہ یا تو

۱۔ مستدرک حاکم، جلد ا، ص ۴۸۶

مجرد تذکر یعنی موت اور آخرت کو یاد دلانے کے لئے ہے تو (اس صورت میں) قبور کی زیارت اصحابِ قبور کے علم کے بغیر ہی کافی ہے اور یا یہ دعا کے لئے ہے، جو کہ ہر مسلمان کے لئے سنت ہے اور یا یہ تبرک یعنی حصول برکت کے لئے ہے جو کہ نیک لوگوں کی قبور کے لئے سنت ہے۔ کیونکہ ان کو برزخی زندگیوں میں تصرفات و برکات حاصل ہوتے ہیں جس کو تحریر میں نہیں لایا جا سکتا اور جن کا شمار ممکن نہیں۔ اور یا یہ کسی دوست یا ساتھی وغیرہ کے حق (دوستی و دعائے مغفرت) کی ادائیگی کے لئے ہے۔ جبکہ امام ابو نعیم کی روایت کردہ حدیث میں آیا ہے۔

مَنْ زَارَ قَبْرَ وَالِدَيْهِ اَوْ اَحَدِهِمَا يَوْمَ الْجُمُعَةِ كَانَ كَحَجَّةٍ۔(۱)

جس نے جمعہ کے دن اپنے والدین یا ان میں سے کسی ایک کی قبر کی زیارت کی تو یہ (اس کے لئے) حج کی طرح ہے۔

بیہقی کی روایت میں یہ الفاظ بھی آئے ہیں۔

غُفِرَلَهٗ وَ كُتِبَ لَهٗ بَرَاءَةٌ۔

اس کو بخش دیا جاتا ہے اور اس کے لئے دوزخ سے برأت (یعنی آزادی) لکھ دی جاتی ہے۔

اور یا یہ صاحب قبر کے لئے رحمت کے طور پر ہوتی ہے۔ جیسا کہ مروی ہے:

آنَسُ مَا يَكُوْنُ الْمَيِّتُ فِيْ قَبْرِهٖ اِذْ زَارَهٗ مَنْ كَانَ يُحِبُّهٗ فِي الدُّنْيَا۔

مردہ اپنی قبر میں جب کسی ایسے شخص کو دیکھتا ہے جس سے وہ دنیا میں محبت کیا کرتا تھا تو وہ اپنی قبر میں انس محسوس کرتا ہے۔

۱۔ کنز العمال، جلد ۱۶، حدیث نمبر ۴۴۵۵

ر یہ صحیح حدیث بھی آئی ہے۔

مَا مِنْ اَحَدٍ یَمُرُّ بِقَبْرِ اَخِیْهِ الْمُسْلِمِ یُسَلِّمُ عَلَیْهِ اِلَّا عَرَفَهٗ وَ رَدَّ عَلَیْهِ السَّلَامَ - (۱)

جب کوئی اپنے کسی مسلمان بھائی کی قبر کے پاس سے گزرتا ہے اور اسے سلام کہتا ہے تو وہ (صاحب قبر) اسے پہچانتا ہے اور اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔

تہذیب میں ہے کہ زیارت قبور مستحب ہے اور اس مردہ کی (قبر کی) زیارت مردہ کی اس کی زندگی میں قرب و بعد (دور و نزدیک) سے زیارت کی طرح ہے۔ ایسے ہی خزانۃ الفتاویٰ میں ہے۔

زیارت (قبور) میں سنت یہ ہے کہ ابتداء میں وضو کرے اور دو رکعت نفل پڑھے۔ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ اور آیت الکرسی ایک بار اور سورۂ اخلاص تین بار پڑھے اور اس کا ثواب میت کو بخش دے۔ پھر آہستہ آہستہ پیدل چل کر جائے۔ جب قبرستان تک پہنچے تو اپنے دونوں جوتے اتار دے۔ پھر قبلہ کی طرف پشت کرکے اور صاحب قبر کے منہ کی طرف رخ کرکے کھڑا ہو کر یہ الفاظ کہے:

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا اَهْلَ الْقُبُوْرِ یَغْفِرُ اللهُ لَنَا وَلَکُمْ اَنْتُمْ لَنَا سَلَفٌ وَ نَحْنُ لَکُمْ تَبَعٌ وَاِنَّا اِنْ شَاءَ اللهُ بِکُمْ لَاحِقُوْنَ - (۲)

اے قبروں والو! تم پر سلام ہو اللہ ہمیں بھی اور تمہیں بھی بخش دے۔ تم ہمارے سلف (آگے جانے والے) ہو اور ہم تمہارے پیچھے (آنے والے) ہیں۔ اور ہم بھی جب اللہ نے چاہا تو تمہارے ساتھ آملیں گے۔

۱۔ مجموع الفتاویٰ مع تصحیح، جزء ۲۴، ص ۱۴۶

۲۔ مشکوٰۃ شریف، باب زیارۃ القبور، ص ۱۵۴

اس کے بعد قبر کے قریب ہی صاحب قبر کے بالمقابل بیٹھ جائے اور سورۂ یٰسین جو اس کے لئے آسان ہو پڑھے۔ پھر تسبیح پڑھے اور صاحب قبر کے لئے دعا کرے او[ر] واپس آجائے۔ حدیث میں آیا ہے:

مَا مِنْ عَبْدٍ يَمُرُّ بِقَبْرِ رَجُلٍ كَانَ يَعْرِفُهُ فِي الدُّنْيَا فَيُسَلِّمُ عَلَيْهِ اِلَّا عَرَفَهُ وَرَدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ۔ (۱)

جو بندہ کسی ایسے آدمی کی قبر کے پاس سے گزرتا ہے جس کو وہ دنیا میں جانتا تھا اور پھر اس کو سلام کہتا ہے تو وہ یعنی صاحب قبر اسے پہچانتا ہے اور اس کو سلام کا جواب دیتا ہے۔

دوسری حدیث میں ہے۔

مَنْ مَرَّ عَلَى الْمَقَابِرِ فَقَرَأَ فِيهَا اِحْدٰى عَشَرَ مَرَّةً قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ثُمَّ وَهَبَ اَجْرَهُ الْاَمْوَاتَ اُعْطِيَ مِنَ الْاَجْرِ بِعَدَدِ الْاَمْوَاتِ۔ (۲)

جو قبروں کے پاس سے گزرے اور قل ھو اللّٰہ احد گیارہ مرتبہ پڑھے پھر اس کا ثواب مردوں کو بخش دے، تو ان مردوں کی تعداد کے برابر اس کو اجر عطا فرمایا جاتا ہے۔

قبروں پر سورہ یٰسین پڑھنا مستحب ہے اور یہ مشہور حدیث سے ثابت ہے۔ اسی طرح ایسے ہی ''شرعۃ الاسلام'' وغیرہ میں ہے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

زُرِ الْقُبُوْرَ تُذَكِّرُ بِهَا الْآخِرَةَ وَصَلِّ عَلَى الْجَنَائِزِ لَعَلَّ ذٰلِكَ

۱۔ کنز العمال، جلد ۱۵، حدیث نمبر ۴۲۵۵۱

۲۔ کنز العمال، جلد ۱۵، حدیث نمبر ۴۲۵۹۹

اَنْ یَحْزُنُکَ فَاِنَّ الْحَزِیْنَ فِیْ ظِلِّ اللّٰہِ۔

قبروں کی زیارت کیا کرو اس سے تمہیں آخرت یاد آئے گی اور نماز جنازہ پڑھا کرو کہ ہوسکتا ہے تمہیں غم زدہ کردے اور بیشک غم زدہ شخص اللہ کے سایہ میں ہوتا ہے۔

نبی ﷺ نے فرمایا۔

مَنْ زَارَ قَبْرَ اَبَوَیْہِ اَوْ اَحَدَ ھُمَا فِیْ کُلِّ جُمُعَۃٍ غُفِرَلَہٗ وَ کُتِبَ بَرًّا (۱)

جو کوئی شخص جمعہ کے دن اپنے والدین یا ان میں سے کسی ایک کی قبر کی زیارت کرے، اس کو بخش دیا جاتا ہے اور نیکی کرنے والے کے طور پر اس کو لکھ لیا جاتا ہے۔

حضرت ابن سیرین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اِنَّ الرَّجُلَ لَیَمُوْتُ وَالِدَاہُ وَھُوَ عَاقٍ لَّھُمَا فَیَدْعُوَ اللّٰہَ لَھُمَا مِنْ بَعْدِھِمَا فَیَکْتُبُہُ اللّٰہُ مِنَ الْبَارِّیْنَ ۔

بیشک جب کسی آدمی کے والدین اس حال میں مرجائیں کہ وہ ان کا نافرمان ہو اور وہ ان کے بعد ان کے لئے دعائے مغفرت کرے تو اللہ اس کو (والدین کے ساتھ) نیکی اور برّ (حسن سلوک) کرنے والوں میں لکھ دیتا ہے۔

اور حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے:

مَنْ زَارَنِیْ بِالْمَدِیْنَۃِ مُحْتَسِبًا کُنْتُ لَہٗ شَفِیْعًا وَ شَھِیْدًا یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ۔(۲)

۱۔ کنزالعمال ۲۔ کنزالعمال، ج۱۵، ص۴۲۵۲۴

جس نے مدینہ منورہ میں حصولِ ثواب کی نیت سے میری زیارت کی تو میں قیامت کے دن اس کا شفیع اور شہید (اس کے حق میں گواہی دینے والا) ہوں گا۔

حضرت کعب الاحبار رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔

مَامِنْ فَجْرٍ يَطْلُعُ اِلَّا نَزَلَ سَبْعُوْنَ اَلْفاً مِنَ الْمَلَائِكَةِ حَتّٰى يَحُفُّوْا بِالْقَبْرِ يَضْرِبُوْنَ بِاَجْنِحَتِهِمْ وَ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ حَتّٰى اِذَا اَمْسَوْا عَرَجُوْ اَوْ هَبَطَ مِثْلُهُمْ فَصَنَعُوْا مِثْلَ ذٰلِكَ حَتّٰى اِذَا انْشَقَّتِ الْاَرْضُ خَرَجَ فِيْ سَبْعِيْنَ اَلْفاً مِنَ الْمَلَائِكَةِ يُوَقِّرُوْنَهٗ ۔(۱)

کوئی ایسی فجر طلوع نہیں ہوتی مگر یہ کہ اس میں ستر ہزار فرشتے اترتے ہیں یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ کی قبر انور پر لپٹ جاتے ہیں اور اپنے پَر اس پر ملتے ہیں اور نبی ﷺ پر درود پڑھتے ہیں۔ یہاں تک کہ جب شام ہو جاتی ہے تو اوپر آسمان کی طرف چلے جاتے ہیں۔ اور ان کی مثل (اتنی ہی تعداد میں) اور فرشتے اترتے ہیں اور وہ بھی اسی طرح کرتے ہیں اور یہ سلسلہ اسی طرح جاری رہے گا یہاں تک کہ جب زمین پھٹ جائے گی تو حضور ﷺ ستر ہزار فرشتوں کے جلو میں باہر تشریف لائیں گے اور وہ فرشتے آپ کی تعظیم و توقیر کر رہے ہوں گے۔

● حضرت سلمان بن غنم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے خواب میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا تو میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ لوگ

۱۔ مشکوٰۃ شریف، ص ۵۴۶

آپ کے پاس قبر انور پر آتے ہیں اور آپ کو سلام کہتے ہیں تو کیا آپ ان کے سلام کو سنتے ہیں۔ فرمایا ہاں! اور میں ان کے سلام کا جواب بھی دیتا ہوں۔

بشار بن غالب کہتے ہیں کہ میں نے حضرت رابعہ عدویہ عابدہ (رابعہ بصری) کو خواب میں دیکھا جن دنوں میں ان کے لئے بہت زیادہ دعا کیا کرتا تھا۔ تو انہوں نے مجھ سے کہا اے بشار بن غالب! تمہارے ہدایا ہمارے پاس نور کے طشتوں پر ریشمی رومالوں سے ڈھکے ہوئے آتے ہیں۔ میں نے کہا۔ وہ کیسے؟ انہوں نے کہا زندہ مومنوں کی دعا کا بھی حال ہے کہ جب وہ مردوں کے لئے دعا کرتے ہیں اور اسے شرف قبولیت بخشا جاتا ہے، تو یہ دعا نور کے تھالوں پر رکھ کر اور ریشمی رومالوں سے ڈھک کر مُردوں کے روبرو پیش کی جاتی ہے اور کہا جاتا ہے کہ یہ فلاں آدمی کا تیری طرف ہدیہ ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔

مَا الْمَيِّتُ فِيْ قَبْرِهٖ اِلَّا كَالْغَرِيْقِ الْمُتَغَوِّثِ يَنْتَظِرُ دَعْوَةً تَلْحَقُهٗ مِنْ اَبِيْهِ وَ اَخِيْهِ وَ صَدِيْقٍ لَهٗ فَاِذَا لَحِقَتْهُ كَانَتْ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا وَاِنَّ هَدَايَا الْاَحْيَاءِ لِلْاَمْوَاتِ اَلدُّعَاءُ وَالْاِسْتِغْفَارُ لَهُمْ۔

ہر مردہ اپنی قبر میں ڈوبتے ہوئے آدمی کی طرح ہوتا ہے جو مدد کا طالب ہوتا ہے اور دعا کا منتظر ہوتا ہے، جو اس کے باپ بھائی یا دوست کی طرف سے اسے ملتی ہے۔ پس جب اسے وہ دعا ملتی ہے تو وہ اسے دنیا و مافیہا سے زیادہ محبوب ہوتی ہے۔ اور بیشک زندوں کی طرف سے مردوں کے لئے ہدایا (تحائف) ان کے لئے دعا و استغفار کرتے ہیں۔

کسی عالم و عارف نے کہا ہے کہ میرا ایک بھائی مر گیا تو میں نے اسے خواب میں

دیکھا اور اس سے دریافت کیا کہ جب تجھے قبر میں رکھا گیا تو اس وقت تیرا کیا حال ہوا۔ اس نے کہا کہ میرے پاس کوئی (فرشتہ) آگ کا شعلہ (شہاب) لے کر آیا۔ اگر ایک دعا کرنے والا میرے لئے دعا نہ کرتا تو مجھے یوں نظر آ رہا تھا کہ وہ مجھ پر یہ شعلہ مار دے گا۔

چنانچہ زیارت قبور کا مقصد زائر کے لئے حصول عبرت ہے اور مزور (صاحب قبر یعنی جس کی قبر کی زیارت کی جائے) کے لئے اس کی دعا سے انتفاع (حصولِ فائدہ) ہے۔ لہٰذا زائر کو اپنے لئے اور میت کے لئے دعا سے غافل نہیں ہونا چاہیے اور نہ ہی اس (زیارت قبور) سے اعتبار (حصول عبرت) سے غافل ہونا چاہیے۔ اور اسے زیارت قبور سے عبرت اس طرح حاصل ہو سکتی ہے کہ اپنے دل میں میت کا تصور کرے اور یہ ذہن میں لائے کہ کس طرح اس کے جسم کے اجزاء متفرق ہو گئے ہیں اور کیسے وہ اپنی قبر سے (قیامت کے دن) اٹھے گا اور یہ کہ وہ خود بھی عنقریب اس سے ملنے والا ہے۔

حضرت میمون بن مہران کہتے ہیں کہ میں حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک قبرستان کی طرف گیا۔ جب انہوں نے قبروں کی طرف دیکھا تو رونے لگے، پھر میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے میمونِ! یہ میرے آباؤ اجداد بنی امیہ کی قبریں ہیں جنہوں نے دنیا والوں کو اپنی لذتوں اور عیش و عشرت میں شریک نہیں کیا تھا اور ان سے الگ تھلگ ہو کر دادِ عشرت دیتے رہے۔ لیکن اب تم انہیں دیکھ رہے ہو کہ زمین پر گرے پڑے ہیں اور اب ان کے نشاناتِ عبرت ہی باقی رہ گئے ہیں۔ اور ان کو بلا، تکلیف اور مصیبت جکڑ گئی ہے۔ ان میں کیڑے پڑ گئے ہیں اور ان کے بدنوں میں رینگ رہے ہیں۔ اس کے بعد رونے لگے اور کہا واللہ میں نہیں جانتا کہ جو لوگ ان قبروں میں گئے ہیں ان سے زیادہ ناز و نعمت والا کوئی ہو اور وہ اللہ کے عذاب سے محفوظ ہو۔

ثابت البنانی کہتے ہیں کہ ایک دفعہ میں قبرستان میں داخل ہوا۔ جب میں نے وہاں سے نکلنے کا ارادہ کیا تو اس وقت میں نے کسی کہنے والے کی آواز سنی کہ کہہ رہا تھا اے

ثابت! ان قبروں والوں کی خاموشی تمہیں دھوکہ میں نہ رکھے کہ یہ غم زدہ ہیں۔ اور ان قبروں میں کتنے ہی غم زدہ نفوس پڑے ہیں۔

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ جب کسی قبر پر کھڑے ہوتے تو رونے لگتے۔ یہاں تک کہ آپ کی داڑھی مبارک تر ہو جاتی۔ ان سے اس کے بارے میں پوچھا گیا اور کہا گیا کہ آپ جنت و دوزخ کا ذکر کرتے ہیں تو نہیں روتے لیکن جب کسی قبر پر کھڑے ہوتے ہیں تو رونے لگتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ کو یہ فرماتے سنا ہے۔

اِنَّ الْقَبْرَ اَوَّلُ مَنَازِلِ الْآخِرَةِ فَاِنْ نَجَا مِنْهُ صَاحِبُهٗ فَمَا بَعْدَهٗ اَيْسَرُ مِنْهُ وَاِنْ لَمْ يُنْجِ مِنْهُ فَمَا بَعْدَهٗ اَشَدُّ۔ (۱)

بیشک قبر آخرت کی منزلوں میں سے سب سے پہلی منزل ہے اگر صاحب قبر اس سے نجات پا گیا تو اس کے بعد اس کے لیے ہر منزل آسان ہوگی اور اگر اس سے نجات نہ پائی تو اس کے بعد ہر منزل اس کے لیے سخت ہوگی۔

مروی ہے کہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے قبرستان کو دیکھا تو وہاں رُک گئے اور دو رکعت نفل پڑھے۔ ان سے کہا گیا کہ یہ چیز آپ پہلے نہیں کرتے تھے۔ انہوں نے کہا کہ مجھے قبروں والے اور ان کے درمیان جو حائل ہے، یاد آ گیا، تو میں نے چاہا کہ ان نوافل کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کروں (اور اس کی رحمت طلب کروں)۔

مجاہد کہتے ہیں کہ ابن آدم سے سب سے پہلے اس کی قبر ہم کلام ہوتی ہے اور کہتی ہے کہ میں کیڑوں کا گھر ہوں اور تنہائی کا گھر ہوں اور غربت (پردیس) کا گھر ہوں اور ظلمت کا گھر ہوں۔ یہ ہے جو میں نے تیرے لئے تیار کر رکھا ہے، تو تُو نے میرے لئے کیا تیار کیا ہے۔

۱۔ مستدرک حاکم، جلد ۱، ص ۴۵۵

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کیا میں تمہیں اس دن کے بارے میں نہ بتاؤں جو میرے لئے فقر و ناداری کا دن ہوگا۔ یہ وہ دن ہوگا جب مجھے قبر میں ڈالا جائے گا۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ قبروں کے پاس بیٹھا کرتے تھے۔ ان سے اس بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے کہا میں ایسے لوگوں کے پاس بیٹھتا ہوں جو مجھے میری آخرت یاد دلاتے ہیں اور جب میں ان سے اٹھ کر آجاتا ہوں تو میرے پیچھے میری غیبت نہیں کرتے۔

حضرت عمر ابن عبد العزیز رضی اللہ عنہ نے اپنے کسی ہم نشین سے فرمایا۔ اے دوست! میں ساری رات جاگتا رہا اور قبر اور صاحب قبر کے بارے میں سوچتا رہا اور غور و فکر کرتا رہا۔ اگر تو میت کو اس کی قبر میں دیکھے تو اس سے یعنی اس کی قبر سے طویل انس کے بعد وحشت محسوس کرے گا اور تو ضرور اس کو ایسا گھر پائے گا جس میں کیڑے مکوڑے رینگتے پھر رہے ہیں، اس میں پیپ بہہ رہی ہے، ہوا بدبودار ہو گئی ہے۔ اور حسن صورت، طیب روح (خوشبو) اور کپڑوں کی پاکیزگی کے بعد اس کی بُو تبدیل ہو چکی ہے یعنی اس سے بدبو آرہی ہے۔ اور کفن بوسیدہ ہو گئے ہیں۔ راوی کہتا ہے کہ اس کے بعد انہوں نے زور کی چیخ ماری اور غش کھا کر گر پڑے۔

یزید الرقاش کہا کرتے تھے اے اپنے گڑھے (قبر) میں اتارے ہوئے اور قبر کی وحدت و تنہائی کا شکار اور بطن ارض (زمین کے پیٹ) میں اپنے اعمال کے ساتھ انس رکھنے والے! کاش کہ مجھے معلوم ہوتا کہ اپنے کس عمل سے تُو خوش ہے اور اپنے کس بھائی سے تُو رشک کر رہا ہے۔ اس کے بعد وہ اتنا روئے کہ ان کی پگڑی آنسوؤں سے تر ہو گئی۔

حاتم الاصم کہتے ہیں کہ جو مقابر کے پاس سے گزرے اور اپنی ذات کے لئے فکر نہ کرے اور ان کے لئے دعائے مغفرت نہ کرے، تو بیشک اس نے اپنی ذات کے ساتھ

خیانت کی اوران کے ساتھ بھی خیانت کا مرتکب ہوا۔

بکر العابد کہا کرتے تھے اے میری ماں! کاش تو میرے بارے میں بانجھ ہوتی کہ میں نہ تو اس قبر (یعنی شکم مادر) میں اتنے طویل عرصہ تک محبوس رہتا اور نہ ہی اس کے بعد اس دنیا سے کوچ کرنے والا ہوتا۔

حسن بن صالح جب مقابر کے پاس سے گزرتے تو کہا کرتے کہ تمہارا ظاہر اچھا ہے جب کہ تمہارے اندر کیڑے مکوڑے بھرے ہوئے ہیں۔

عطاء السلمی کے بارے میں آیا ہے کہ جب رات چھا جاتی تو کسی قبرستان کی طرف نکل جاتے اور وہاں جا کر کہتے اے اہل قبور! تم مر گئے ہو، ہائے موت! اور تم نے اپنے اعمال کے اجر کا معائنہ کرلیا۔ ہائے عمل! اس کے بعد کہتے کہ کل عطاء بھی انہی قبور میں ہوگا اور وہ اسی طرح کہتے رہتے یہاں تک کہ صبح ہو جاتی۔

حضرت سفیان ثوری کا قول ہے کہ جس نے قبر کو کثرت سے یاد کیا، تو وہ اسے جنت کے باغات میں سے ایک باغ پائے گا۔ اور جو اس کی یاد سے غافل رہا، تو اسے دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا پائے گا۔

ربیع بن خثیم کے بارے میں ہے کہ انہوں نے اپنے گھر میں قبر کھود رکھی تھی۔ جب وہ اپنے دل میں قساوت (سختی) دیکھتے تو اس قبر میں داخل ہو کر لیٹ جاتے اور جب تک اللہ تعالیٰ چاہتا وہاں رہتے۔ اس کے بعد کہتے اے میرے پروردگار مجھے واپس کر دے تاکہ جو عمل صالح میں نے چھوڑ رکھے تھے ان کو کروں۔ (ان الفاظ) کو دہراتے رہتے۔ اور پھر خود ہی اپنے آپ کو جواب دیتے ہوئے کہتے اے ربیع! میں نے تجھے واپس کر دیا ہے۔ اب تُو اچھے عمل کر۔

احمد بن حرب کہتے ہیں۔ زمین ایسے شخص پر تعجب کا اظہار کرتی ہے جو سونے کے لئے اپنی چارپائی بچھاتا اور اپنا بستر لگاتا ہے۔ اور کہتی ہے کہ اے آدم کے بیٹے! تو اپنی بلاو

مصیبت کو جو میرے اور تیرے درمیان حائل ہے اس کو یاد کیوں نہیں کرتا۔

ایک قبر میں یہ اشعار لکھے ہوئے پائے گئے۔

يَـا اَيُّهَـا النَّـاسُ كَـانَ لِـىْ اَمَـلٌ
قَـصُـرَ بِـىْ عَـنْ بُـلُـوْغِـهِ الْاَجَـلُ

اے لوگو! میری ایک آرزو تھی اس کو پورا ہونے کے لئے موت نے وقت نہ دیا۔

فَـلْيَتَّـقِ اللّـٰـهَ رَبَّـــهُ عَـزَّوَجَـلَّ
اَمْـكَـنَـهُ فِـىْ حَيَـاتِـهِ الْـعَـمَـلُ

انسان کو چاہیے کہ اللہ عزوجل سے ڈرے۔ اور اپنی زندگی میں حتی الامکان عمل کرے۔

مَـا اَنَـا وَحْـدِىْ نُـقِلْـتُ حَيْـثُ تَـرٰى
كُـلٌّ اِلَـى مِثْـلِـهٖ سَيَـنْتَـقِـلُ

صرف میں اکیلا ہی یہاں منتقل نہیں ہوا جیسا کہ تو دیکھ رہا ہے۔ ہر کوئی ایسے ہی یہاں (قبر میں) منتقل ہوگا۔



استعانت از اولیاء اللہ

سوال: اہل قبور سے استعانت جائز ہے یا نہیں؟

جواب: اہل قبور سے استعانت (مدد طلب کرنا) اکثر علماء عظام وصوفیائے کرام کے اتفاق سے جائز ہے۔ اور اہل کشف کے نزدیک اجلیٰ بدیہیات سے ہے یعنی ایسے امور سے جو سب سے زیادہ روشن اور بدیہی ہیں۔ بلکہ موجب فیوضات (یعنی فیوضات کا باعث) ہے۔ ایسا کیوں نہیں ہوسکتا کہ حدیث صحیح میں آیا ہے:

اِذَا انْفَلَتَتْ دَابَّةُ اَحَدِكُمْ فَلْيَقُلْ يَا عِبَادَ اللّٰهِ اَعِيْنُوْنِيْ۔(۱)

جب تم میں سے کسی (کی سواری) کا جانور گم ہو جائے تو کہے: اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو۔

حضرت ملا علی قاری علیہ الرحمۃ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

اَلْمُرَادُ مِنْ عِبَادِ اللّٰهِ اَلْاَبْدَالُ وَ اَرْوَاحُ اَهْلِ الْكَمَالِ۔

شاعر رسول اللہ ﷺ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

رَسُوْلَ اللّٰهِ ضَاقَ بِيَ الْفَضَاءُ ۔۔۔ وَ جَلَّ الْخَطْبُ وَ انْقَطَعَ الرَّجَاءُ

یا رسول اللہ! مجھ پر فضا تنگ ہو گئی ہے اور بڑی مصیبت آن پڑی ہے۔ اور امید (اس سے بچنے کی) منقطع ہو گئی ہے۔

۱۔ مجمع الزوائد، ج۱۰، ص۱۳۲

اورحضرت سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ و ارضاہ عنا ارشاد فرماتے ہیں:

یَا حَبِیْبَ الْاِلٰه خُذْ بِیَدِیْ — مَا لِعَجْزِیْ سِوَاكَ مُسْتَنَدِیْ

کُنْ رَحِیْمًا لِذَلَّتِیْ وَ اشْفَعْ — یَا شَفِیْعَ الْوَرٰی اِلَی الصَّمَدِ

☆ اے اللہ کے محبوب! میری دستگیری فرمایئے ۔ اس عاجزی میں سوائے آپ کے میرا کوئی سہارا اور تکیہ نہیں ہے۔

☆ میری لغزش کے لیے مجھ پر رحم فرمائیں اور میری شفاعت فرمائیں۔ اے شفیع الوریٰ یعنی خلائق کی شفاعت فرمانے والے اللہ احد وصمد کی بارگاہ میں۔

حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمۃ اللہ علیہ "تفسیر عزیزی" میں اس آیت مبارکہ اِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ کے تحت لکھتے ہیں:

"غیر سے استعانت اس طریقہ پر کہ اس سے غیر پر اعتماد کلی اور بھروسہ ہو حرام ہے اور اگر اُسے محض مظہرِ عونِ الٰہی (مدد خداوندی کا مظہر) سمجھے تو حرام نہیں۔ اور اولیاء نے اس قسم کی استعانت کی ہے۔"

اور دوسری جگہ پر فرماتے ہیں:

"بعض خواص اولیاء اللہ جو کہ بنی نوع انسان کے لیے تربیت و تکمیل اور دعوت و ارشاد کا آلہ اور ذریعہ ہوئے ہیں۔ اس حالت میں (یعنی بعد وصال بھی) بھی انہیں دنیا کے اندر تصرف کی قوت سے بہرہ ور کیا گیا ہے یعنی انہیں تصرف کی قوت دی گئی ہے اور ان کا استغراق (واستہلاک)، ان کے مدارک (قوائے ادراک) کے کمال وسعت کی بنا پر انہیں اس سمت (یعنی دنیا کی طرف) توجہ کا مانع نہیں ہے۔ اویسی حضرات (نسبت اویسی کے حاملین) ان سے کمالات باطنی کی

تحصیل کرتے ہیں۔ اور اربابِ حاجات (ضرورت مند لوگ) اپنے مسائل و مطالب اور اغراض میں اپنی مشکلات کا حل ان سے طلب کرتے ہیں، اور پاتے ہیں، اور ان کی زبانِ حال اس وقت ان الفاظ سے مترنم ہوتی ہے۔

من آیم بجاں گر تو آئی بتن

میں روح کے ساتھ موجود و حاضر ہوں اگر تُو جسم کے ساتھ آیا ہے۔

مولانا ثناء اللہ پانی پتی تفسیر مظہری وغیرہ میں لکھتے ہیں:

اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یُعْطِی لِاَرْوَاحِھِمْ قُوَّۃَ الْاَجْسَادِ فَیَذْھَبُوْنَ مِنَ الْاَرْضِ وَ السَّمَاءِ وَ الْجَنَّۃِ حَیْثُ یَشَاءُوْنَ وَ یَنْصُرُوْنَ اَوْلِیَاءَ ھُمْ وَ یُدَمِّرُوْنَ اَعْدَائَھِمْ ۔(۱)

بے شک اللہ تعالیٰ اولیاء اللہ کی روحوں کو جسموں کی قوت عطا فرماتا ہے پس وہ زمین و آسمان اور جنت میں جہاں چاہیں آ جا سکتے ہیں۔ اور اپنے دوستوں کی مدد و نصرت کرتے ہیں اور اپنے دشمنوں کو تباہ و ہلاک کرتے ہیں۔

حضرت غوثِ اعظم اپنی بعض کتب میں ارشاد فرماتے ہیں:

مَنْ اِسْتَغَاثَ بِیْ فِیْ کُرْبَۃٍ کَشَفْتُ عَنْہُ۔

جو کوئی مجھ سے اپنی کسی مصیبت و تکلیف میں استغاثہ کرتا ہے یعنی فریاد کرتا ہے تو میں اس کی وہ مصیبت و تکلیف دور کر دیتا ہوں۔

اور حضرت ملا علی قاری اپنی شرح مشکوٰۃ میں دوسرے مقام پر ارشاد فرماتے ہیں:

اَلْاَرْوَاحُ الطَّیِّبَۃُ اِذَا تَجَرَّدَتْ عَنِ الْعَلَائِقِ الْجِسْمَانِیَّۃِ وَ

۱۔ تفسیر مظہری، ج ۱، ص ۱۵۲

اِلْتَحَقَتْ بِالْمَلَاءِ الْاَعْلٰى تَرَى الْكُلَّ كَالْمُشَاهَدَةِ ۔

ارواح طیبہ (پاک روحیں) جب علائق جسمانیہ (جسمانی تعلقات) سے الگ ہو جاتی ہیں اور ملاء اعلیٰ سے مل جاتی ہیں تو وہ سب کو ایسے دیکھتی ہیں جیسے ان کا عینی مشاہدہ کی طرح دیکھتی ہیں۔

وَ هٰذَا الْقَدْرُ يَكْفِيْ لِلْمُنْصِفِ النَّبِيْلِ۔

(اس قدر ہی منصف شریف کے لیے کافی ہے۔)



ندائے یا شیخ عبدالقادر جیلانی شَیْئًا لِلّٰہِ

ایک شخص نے عرض کی یا حضرت اکثر لوگ وظیفہ مبارک یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ کو ناجائز کہتے ہیں بلکہ بعض بدزبان شرک سے تعبیر کرتے ہیں۔ فرمایا کہ اس وظیفہ کے بارے میں فقیر کو بھی ابتدائے امر میں جبکہ پوری سمجھ نہ تھی، تردد رہتا تھا۔ سو آخر معلوم ہوا کہ تردد کی وجہ محض سمجھ کی غلطی تھی۔ اس مسئلہ کی بنا استمداد از اولیائے کرام پر ہے اور وہ حدیث مبارک سے ثابت ہے۔

اِذَا انْفَلَتَتْ دَابَّۃُ اَحَدِکُمْ فَلْیَقُلْ یَا عِبَادَ اللّٰہِ اَعِیْنُوْنِیْ۔ (۱)

جب تم میں سے کسی کی سواری کا جانور گم ہو جائے تو کہے اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو۔

حدیث مبارک میں آیا ہے، جس سے استعانت از عباداللہ کا پورا ثبوت ملتا ہے اور یہ بھی آچکا ہے کہ

یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ اَتَوَسَّلُ بِکَ۔ (۲)

یا محمد! میں آپ کا وسیلہ پکڑتا ہوں۔

۱۔ مجمع الزوائد، ج ۱۹، ص ۱۳۲

۲۔ ابن ماجہ، ص ۱۰۰

حضرت علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ

اَلْمُرَادُ بِالْعِبَادِ الْمَلَائِکَۃُ وَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنَ الْجِنِّ اَوْ رِجَالِ الْغَیْبِ الْمُسَمُّوْنَ بِالْاَبْدَالِ۔

اس سے مراد ملائکہ اور مسلمان جن یا رجال الغیب (مردانِ غیب) ہیں جنہیں ابدال کہتے ہیں۔

استعانت کلی بے شک بالاتفاق جائز نہیں اور استعانت جزوی اکمل افراد امت سے ثابت ہے۔ اور تصرفاتِ اولیاء کرام بحالت حیات و بعد از حیاتِ ظاہری اکثر محدثین اور فقہاء کے نزدیک ثابت ہیں۔ پس کوئی وجہ اس وظیفہ کے عدم جواز کی نہیں۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی ؒ نے اپنی کتاب میں صریحاً فرمایا ہے کہ

مَنِ اسْتَغَاثَ بِیْ فِیْ کُرْبَۃٍ کُشِفَتْ عَنْہُ۔

جس نے مجھ سے اپنی کسی مصیبت و تکلیف میں فریاد کی تو میں وہ مصیبت اور تکلیف اس سے دور کر دوں گا۔

حضراتِ قادریہ کا یہ خاص وظیفہ ہے اور بعض حضرات نقشبندیہ اور چشتیہ سے بھی اس کا پڑھنا پڑھانا ثابت ہے، اور نظر کشفی سے اگر دیکھا جائے تو اس میں کوئی تردد ہی نہیں رہتا۔

از مؤلف انوارِ مرتضوی:

کوتاہ اندیش لوگوں نے بہت کوشش کی ہے کہ اس وظیفہ کو شرک قرار دیا جائے اور لغو تقریروں سے اپنے نامے سیاہ کیے جائیں مگر ان کی سب کارروائی بے بنیاد ہے۔ تعصب سے خدا کے مقبولوں اور وَ الذّٰکِرِیْنَ اللّٰہَ کَثِیْرًا (اور اللہ کا کثرت سے ذکر کرنے والوں) کی جماعت کو مشرک کہہ کر اپنی عاقبت گندی کرنے کے سوا انہوں نے کچھ حاصل

میں کیا۔ مخالفین نے زیادہ زور اس بات پر دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا غائب کو ندا کرنے سے شرک پیدا ہوتا ہے۔ خیال کیجئے کہ صحابہ کرام کا رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بعد از وفات بلفظ ندا پکارنا بالکل بھلا دیا۔ بہت سے صحابہ کرام کا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بعد از وفات بلفظ ندا پکارنا ثابت ہے اور عباد اللہ الصالحین سے بحالت غیوبیۃ (غائب ہونے) بلفظ ندا پکار کر اعانت کا طلبگار ہونا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بلفظ یَا مُحَمَّدُ اِنِّی تَوَسَّلُ اِلَیْکَ پکارنا حصن حصین میں بروایت کتب معتبرہ مروی ہے اور نماز میں پانچ وقت اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ پڑھنا ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے۔ اور ابوداؤد اور نسائی میں اِنْ کُنْتَ لَا بُدَّ فَاسْئَلِ الصَّالِحِیْنَ (۱) (اگر ضروری ہو تو صالحین سے پوچھ لیا کرو) آچکا ہے۔

اور اعیانِ امت کے نزدیک اکمل افراد کا بعد از وفات مدبّرات میں داخل ہو جانا جیسا کہ صاحبِ بیضاوی نے لکھا ہے مسلم امر ہے۔ پس کوئی وجہ نہیں کہ ایک اکمل کو جس کے کمال کا ایک عالم مُقِر ہو بلفظ ندا پکارنے سے شرک پیدا ہو۔ بے اندیشوں کو یہ سمجھ نہیں آتی کہ کم فہموں کے اس وہم کے رفع کرنے کے واسطے وظیفہ مذکورہ میں یَا کے ساتھ شَیْخ کا لفظ رکھا گیا یعنی اے شیخ! مطلب یہ ہوا کہ ''میں تجھ کو شیخ سمجھتا ہوں، خدا تو نہیں سمجھتا۔'' پھر ساتھ ہی عبدالقادر یعنی خدا کا بندہ یعنی تُو خدا کا بندہ ہے خدا نہیں۔ پھر شَیْئًا لِلّٰہِ یعنی اللہ معبود برحق ہے اور تُو اس کا مقبول بندہ ہے۔ اس کے اور میرے درمیان وسیلہ ہے۔ اس کی ذات پاک کے واسطے یعنی اس کے راستہ میں مجھے کچھ فیض عطا کر یا جنابِ الٰہی میں میرے واسطے عطاءِ فیض کا سوال کر۔ خدا سمجھ دیوے اور گمراہی دور کرے اس شخص کی جو ایسے موحدوں کو (جو اس وظیفہ کے پڑھنے سے ہر ہر لفظ کے ساتھ شرک کا انکار اور توحید کا اقرار کر رہے ہیں) مشرک قرار دینے میں کوشش کرے۔

۱۔ نسائی شریف، ج ۱، ص ۳۶۲۔ کنز العمال، ج ۶، حدیث نمبر ۲۱۶۷

بعض لوگ شَیْئًا لِلّٰہِ کو اپنے ناقص خیال میں ناجائز کہتے ہیں، سو وہ اس لفظ کے معنی کو نہیں سمجھتے۔ اس کا معنی فی سبیل اللہ کا ہے نہ یہ کہ خدا تعالیٰ کو کوئی احتیاج ہے اس کے لیے کچھ دے۔ اس کی مثال فَاِنَّ لِلّٰہِ خُمُسَہٗ (تو اللہ ہی کے لیے اس کا پانچواں حصہ ہے) قرآن مجید میں موجود ہے۔ پس کوئی وجہ اس وظیفہ کے ناجواز کی نہیں۔ بعض حضرات نقشبندیہ جو اس وظیفہ کو منع کرتے ہیں وہ محض احتیاط کرتے ہیں ان کا خیال یہ ہے کہ مبادا نادان لوگ حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کو متصرف کلی سمجھ لیں اور نیز یہ بھی وجہ ہے کہ طریقہ علیہ نقشبندیہ کا یہ اصل وظیفہ نہیں بلکہ اصل وظیفہ حضرات قادریہ کا ہے۔

اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَ ارْزُقْنَا اِتِّبَاعَہٗ وَ اَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَ ارْزُقْنَا الْاِجْتِنَابَ مِنْہُ۔

اے اللہ! ہمیں حق کو حق دکھا اور اس پر چلنے کی توفیق دے اور باطل کو باطل دکھا اور اس سے بچنے کی توفیق دے۔



مقامِ اولیاء

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ خَلَعَ اَوْلِیَائَہٗ خُلَعَ اِنْعَامِہٖ فَھُمْ بِذٰلِکَ حَامِدُوْنَ وَ اخْتَصَّھُمْ بِمُحَبَّتِہٖ وَ اَقَامَھُمْ فِیْ خِدْمَتِہٖ فَھُمْ عَلٰی خَلْوَتِہٖ یُحَافِظُوْنَ۔ وَ فَتَحَ لَھُمْ اَبْوَابَ حَضْرَتِہٖ وَ رَفَعَ عَنْ قُلُوْبِھِمْ حِجَابَ بُعْدِہٖ فَھُمْ بَیْنَ یَدَیْہِ مُتَاَدِّبُوْنَ وَصَانَھُمْ عَنِ الْاَغْیَارِ وَ سَتَرَھُمْ عَنْ اَعْیُنِ الْفُجَّارِ لِاَنَّھُمْ عَرَائِسُ وَ لَا یَرَی الْعَرَائِسَ اِلَّا الْمَحْرَمُوْنَ۔ فَاِذَا اُمِرَ عَلَیْھِمْ وَلِیٌّ مِنْ اَوْلِیَاءِ اللّٰہِ یَنْسِبُوْنَہٗ اِلَی الزَّنْدِقَۃِ وَ الْجُنُوْنِ۔ تَرَاھُمْ یَنْظُرُوْنَ وَ ھُمْ لَا یُبْصِرُوْنَ۔ فَمِنْھُمُ الْمُنْکِرُ لِکَرَامَاتِھِمْ وَ مِنْھُمُ الْمُنَقِّصُ لِمُقَامَاتِھِمْ۔ وَ مِنْھُمُ السَّالِبُ لِاَعْرَاضِھِمْ وَ مِنْھُمُ الْمُعْتَرِضُوْنَ الَّذِیْنَ یَعْتَرِضُوْنَ عَلٰی اَحْوَالِھِمْ وَ یَخُوْضُوْنَ بِجَھْلِھِمْ فِیْ مَقَالِھِمْ وَ ھُمْ یَسْتَھْزِءُوْنَ اَللّٰہُ یَسْتَھْزِئُ بِھِمْ وَ یَمُدُّھُمْ فِیْ طُغْیَانِھِمْ یَعْمَھُوْنَ۔ فَسُبْحَانَ مَنْ قَرَّبَ اَقْوَامًا وَ اصْطَفَاھُمْ لِخِدْمَتِہٖ فَھُمْ عَلٰی بَابِہٖ لَا یَبْرَحُوْنَ وَ سُبْحَانَ مَنْ جَعَلَھُمْ نُجُوْمًا فِیْ سَمَاءِ الْوَلَایَۃِ وَ جَعَلَ اَھْلَ الْاَرْضِ بِھِمْ یَھْتَدُوْنَ وَ سُبْحَانَ مَنْ اَبَاحَھُمْ حَضْرَ قُرْبِہٖ وَ الْمُنْکِرُوْنَ عَلَیْھِمْ عَنْھَا مُبْعَدُوْنَ ، فَالْاَوْلِیَاءُ فِی الْقُرْبِ مُتَنَعِّمُوْنَ وَ الْمُنْکِرُوْنَ فِیْ نَارِ الطَّرْدِ وَ الْبُعْدِ مُعَذَّبُوْنَ لَا یُسْئَلُ عَمَّا یَفْعَلُ وَ ھُمْ یُسْئَلُوْنَ وَ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا

اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ شَهَادَةً شَهِدَ بِهَا الْمُوْقِنُوْنَ وَ اَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَ نَبِيَّنَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ النُّوْرَ الْمَخْزُوْنَ وَ السِرَّ الْمَصُئُوْنَ اَللّٰهُمَّ فَصَلِّ وَسَلِّمْ عَلَيْهِ وَ عَلٰى سَائِرِ الْاَنْبِيَاءِ وَ الْمُرْسَلِيْنَ وَ عَلٰى آلِهِمْ وَ صَحْبِهِمْ اَجْمَعِيْنَ كُلَّمَا ذَكَرَهُ الذَّاكِرُوْنَ وَ غَفَلَ عَنْ ذِكْرِهِ الْغَافِلُوْنَ وَ بَعْدُ

چگویم با تو از مرغے نشانہ   کہ با عنقا بود ہم آشیانہ

لیکن

گر نیاید بدوست راہ بردن   شرط عقلست در طلب مردن

كُنْ عَاقِلًا وَ لَا تَقَرَّبْ اَكْثَرَ اَهْلِ الزَّمَانِ ذِئَابٌ عَلَيْهِمْ ثِيَابٌ خُذْ مِرْاٰةَ الْفِكْرِ وَ انْظُرْ فِيْهَا۔ وَ اِسْأَلِ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ اَنْ يُبْصِرَ بِكَ وَ بِهِمْ اِنِّيْ قَدْ جَرَّبْتُ الْخَلْقَ وَ الْخَالِقَ فَوَجَدْتُّ الشَّرَّ عِنْدَ الْخَلْقِ وَ الْخَيْرَ عِنْدَ الْخَالِقِ اَللّٰهُمَّ سَلِّمْنَا مِنْ شُرُوْرِهِمْ وَ ارْزُقْنِيْ خَيْرَ الدُّنْيَا وَ الْآخِرَةِ۔ اَخْرَسُوْا بَيْنَ يَدَيْهِ وَ لَا تُعَارِضُوْهُ الْقَوْمَ فِيْ سُكُوْتٍ كُلِّيٍّ وَ جُمُوْدٌ كُلِّيٍّ وَ دَهْشَةٍ كُلِّيَّةٍ فَاِذَا تَمَّ فَهْمَ ذٰلِكَ وَ دَامُوْا عَلَيْهِ اَنْطَقَهُمْ كَمَا يَنْطِقُ جَمَادَاتٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَا يَنْطِقُوْنَ اِلَّا اِذَا اُنْطِقُوْا وَلَا يَأْخُذُوْنَ اِلَّا اِذَا اُعْطُوْا وَلَا يَنْبَسِطُوْنَ اِلَّا اِذَا بُسِطُوْا اِلْتَحَقَتْ قُلُوْبُهُمْ بِقُلُوْبِ الْمَلٰئِكَةِ لَا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَا اَمَرَهُمْ وَ يَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ۔ اِنْ اَرَدْتَّ الْوُصُوْلَ اِلٰى مَنَازِلِهِمْ فَعَلَيْكَ بِتَحْقِيْقِ الْاِسْلَامِ ثُمَّ تَرْكِ الذُّنُوْبَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَ مَا بَطَنَ ثُمَّ الْوَرَعِ الشَّافِيْ ثُمَّ الزُّهْدِ فِيْ مُبَاحِ الدُّنْيَا ثُمَّ الْاِسْتِغْنَاءِ بِفَضْلِ اللّٰهِ۔

اِذَا كُنْتَ فِيْ طَاعَةٍ رَاغِبًا   فَلَا تُكْسِهَا حُلَّةَ الْآجِلِ

فَكُنْ كَالْبَهَالِيْلِ فِيْ حَالِهِمْ   مَعَ الْوَقْتِ يَجْرُوْنَ كَالْعَاقِلِ

....

تمام تر حمد اللہ جل شانہ کے لیے جس نے اپنے اولیاء کو اپنے انعامات کی خلعت عطا فرمائی، جس پر وہ اس کی حمد و ثناء میں رطب اللسان ہیں اور انہیں اپنی محبت خاص عطا فرمائی اور انہیں خلافت و نیابت سے سرفراز فرمایا تو وہ اس کی خلافت کی حفاظت کرتے ہیں اور ان کے لیے اپنی بارگاہِ اقدس کے درِ رحمت کھولے اور ان کے دلوں سے حجاب دور فرمایا تو وہ اس کے آگے ادب سے حاضر ہیں اور انہیں اغیار سے محفوظ رکھا اور فاسق و فاجر لوگوں کی آنکھوں سے پوشیدہ رکھا کیونکہ وہ عرائس (دلہنیں) ہیں اور دلہنوں کو صرف محرم ہی دیکھ سکتے ہیں۔ جب ایسے لوگوں پر اولیاء اللہ میں سے کسی ولی کو بھیجا جاتا ہے تو وہ اسے زندقہ اور جنون کی طرف منسوب کرتے ہیں یعنی اسے زندیق اور مجنوں قرار دیتے ہیں۔ بظاہر انہیں دیکھتے ہیں لیکن درحقیقت نہیں دیکھتے۔ بعض تو ان کی کرامات کے منکر ہوتے ہیں اور بعض ان کے مقامات کی تنقیص کرنے والے، بعض ان کی توہین کا ارتکاب کرنے والے، اور بعض معترض جو ان کے احوال پر اعتراض کرتے ہیں اور اپنی جہالت سے ان کے مقام میں شک کرتے ہیں اور ان کا مذاق اڑاتے ہیں۔

اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَ يَمُدُّهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ۔(۱)

(اللہ ان کے مذاق کی انہیں سزا دیتا ہے اور ان کی سرکشی (وطغیانی) میں انہیں کھینچتا ہے یعنی ان کی رسی دراز کر دیتا ہے، کہ وہ اس میں بھٹکتے پھرتے ہیں)

پاک ہے وہ بزرگ و برتر جس نے ان حضرات کو اپنا قرب بخشا اور انہیں اپنی بارگاہ میں خدمت کے لیے چن لیا، تو وہ اس کے دروازے سے نہیں ہٹتے۔ اور پاک ہے وہ بزرگ و برتر جس نے ان حضرات کو آسمانِ ولایت کے ستارے بنایا، اور زمین والوں کو یہ توفیق دی کہ وہ ان سے ہدایت اور رہنمائی حاصل کریں۔ اور پاک ہے وہ عز شانہ جس نے

۱۔ سورۃ البقرۃ، آیت: ۱۵

ان حضرات کو اپنے قربِ خاص سے بہرہ ور فرمایا جبکہ ان کے منکرین اس (قرب خاص) سے دور رکھے گئے۔ لہٰذا اولیاء اللہ قرب کی نعمت سے مالا مال ہیں جبکہ منکرین طرد و بُعد (دوری) کی آگ کے عذاب میں مبتلا ہیں۔ جو کچھ وہ بزرگ و برتر کرتا ہے اس کے بارے میں کوئی اس سے سوال جواب نہیں کرسکتا۔ جبکہ ان سے سوال جواب ہوگا۔

اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور وہ وحدہ لاشریک ہے۔ ایسی گواہی جو کہ یقین رکھنے والے اصحاب دیتے ہیں۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے سید و سردار اور ہمارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اس کے عبد (خاص) اور رسول ہیں اور وہ نورِ مخزون (یعنی ایسا نور جو خزینہ کے اندر موجود ہے) اور سرِّ مصئون (یعنی ایسا بھید اور راز جو کہ ہر طرح سے افشا ہونے سے محفوظ) ہے۔ اے پروردگار! ان پر درود بھیج اور سلام، اور تمام انبیاء و مرسلین پر اور ان کی تمام آل و اولاد اور اصحاب پر۔ جب تک کہ ذکر کرنے والے ان کا ذکر کرتے رہیں اور جب تک غافل ان کے ذکر سے غافل رہیں۔

اور اس کے بعد!

چگویم با تو از مرغے نشانہ
کہ با عنقا بود ہم آشیانہ

میں اس مرغ یعنی پرندہ کا تمہیں کیا نشان بتاؤں کہ وہ عنقا کے ساتھ، ہم آشیانہ ہے (یعنی اس کا آشیانہ عنقا کے ساتھ ہے) گویا اس قدر بلند ہے کہ دسترس سے باہر ہے۔

لیکن

گر نیاید بہ دست راہ بردن
شرط عقلست در طلب مردن

اگر دوست تک راہ پانا ممکن نہ ہو تو اس کی طلب میں مر جانا ہی عقل کا تقاضا ہے۔

عقل مند بنو اور اکثر زمانے والوں کے قریب نہ جاؤ کہ وہ سپیرے ہیں جنہوں نے بھیس بدلا ہوا ہے۔ فکر کا آئینہ ہاتھ میں لو اور اس میں دیکھو۔ اور اللہ عزوجل سے دعا کرو کہ وہ تمہارا اور ان کا حال دکھادے۔ میں نے مخلوق اور خالق کا تجربہ کیا ہے تو شر کو خلق کے پاس اور خیر کو خالق کے پاس پایا ہے۔ اے اللہ! ہمیں ان کے شرور سے محفوظ رکھ۔ اور مجھے دنیا و آخرت کی بہتری عطا فرما۔ اس کی بارگاہ میں جھک جاؤ اور اس سے معارضہ نہ کرو۔ یہ حضرات مکمل خاموشی، حیرت اور خوف زدگی کی حالت میں رہتے ہیں۔ جب یہ حال ان کا پایۂ تکمیل تک پہنچ جاتا ہے اور وہ اس پر مداومت (استقامت) اختیار کرتے ہیں تو وہ انہیں قوت گویائی دیتا ہے جیسا کہ وہ قیامت کے دن پتھروں کو بھی قوت گویائی دے گا۔ وہ اس وقت بولتے اور زبان کھولتے ہیں جب انہیں بولایا جاتا ہے یعنی بولنے کے لیے کہا جاتا ہے۔ اور جب انہیں کچھ عطا ہوتا ہے تبھی وہ لینے کے لیے ہاتھ پھیلاتے ہیں۔ اور جب انہیں خوش کیا جاتا ہے اسی وقت خوش ہوتے ہیں۔ ان کے قلوب ملائکہ کے قلوب کی طرح ہو جاتے ہیں کہ جو انہیں حکم دیا جائے اللہ کی کسی امر میں نافرمانی نہیں کرتے۔ اور وہی کچھ کرتے ہیں جس کا انہیں حکم دیا جاتا ہے۔ اگر تم ان کے مقامات تک پہنچنا چاہتے ہو تو تمہارے لیے ضروری ہے کہ پہلے اسلام کو پکا کرلو، اسلام کی حقیقت قائم کرلو، پھر اس کے بعد ظاہری اور باطنی گناہوں کو ترک کرو۔ پھر ورع کامل پرہیزگاری اختیار کرو، مباحات دنیا سے بے رغبتی اختیار کرو۔ پھر اللہ کے فضل سے اس استغناء (یعنی دنیا سے بے نیازی) کو اختیار کرو۔

اِذَا کُنْتَ فِیْ طَاعَةٍ رَاغِبًا
فَلَا تُکْسِبَھَا خُلَّةَ الآجِلِ
فَکُنْ کَالْبَھَالِیْلِ فِیْ حَالِھِمْ
مَعَ الْوَقْتِ یَجْرُوْنَ کَالْعَاقِلِ (۱)

۱۔ مکتوب ۷، انوار مرتضوی، ص ۸۷، ۸۸

ترجمہ: جب تم کسی نیکی یا اطاعت میں راغب ہو تو اسے آجل یعنی تاخیر کا لباس نہ پہناؤ۔ یعنی وہ نیکی بلا تاخیر کرو۔

بہالیل (یعنی مجاذیب) کی طرح بن جاؤ کہ وہ حال مست ہوتے ہیں لیکن اس کے ساتھ ہی نیک وقت اہل عقل کی طرح برتاؤ کرتے ہیں۔

دیگر

حضرت خواجہ محمد پارسا قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ بندہ اور حق سبحانہٗ کے درمیان حجاب یہی انتقاش صور کونیہ ہے۔ صور جمیلہ (خوبصورت صورتوں) اور طرب انگیز نغمات (نغموں) اور سازوں سے یہ نقوش حرکت اور تموج میں آتے ہیں۔ طالب کے لیے ان کی نفی کرنا واجب ہے۔ نیز یہ بھی ذہن نشین رہے کہ حق سبحانہ سب سے زیادہ لطیف ہے جو کوئی لطافت میں زیادہ ہوتا ہے یعنی جو کوئی طبعاً زیادہ لطیف ہوتا ہے اتنی ہی اس کی حق سبحانہ کی یاد میں مشغولیت زیادہ ہوتی ہے۔ اور جو حضرات حق سبحانہ وتعالیٰ کی یاد میں مشغول ہوتے ہیں وہ اس کے متحمل نہیں ہوتے کہ چشم زدن (پلک جھپکنے) میں بھی حق سبحانہ کی یاد کے علاوہ کسی اور امر میں مشغول ہوں (کسی اور شغل میں ہوں)۔ انبیاء ان کے حال پر رشک کرتے ہیں۔ اس جہت سے نہیں کہ ان کے درجات و کمالات انبیاء کے درجات و کمالات سے زیادہ ہوتے ہیں بلکہ اس جہت سے کہ انہیں یہ شرف حالی میسر ہوتا ہے یا اس حال کا شرف حاصل ہوتا ہے کہ وہ ہمیشہ حضرتِ حق کے قرب میں رہتے ہیں اور حضرت حق سبحانہ نے انہیں خلق (مخلوق) کی نظر سے پوشیدہ رکھا ہوتا ہے۔ اور بر سبیل دوام (یعنی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے) انہیں اپنے ساتھ (یعنی اپنی یاد میں) مشغول کیا یا رکھا ہوتا ہے۔

بادشاہ اپنے تمام ممالک یا سلطنت کے تمام امور کو اپنے مقربین میں سے کسی ایک کے سپرد کر دیتا ہے اور وہ بادشاہ کے حکم سے ممالک میں تصرف کرتا ہے۔ اور دوسرا آفتابہ دار (لوٹا بردار) ہوتا ہے اور بادشاہ کے وضو کے لیے پانی فراہم کرتا ہے۔ اور ہمیشہ

بادشاہ کی خدمت میں حاضر رہتا ہے۔ اگر چہ وہ شخص جو کہ ممالک میں تصرف کرتا ہے، بادشاہ کے نزدیک زیادہ مقرب اور زیادہ برگزیدہ ہوتا ہے اور اس کا درجہ بھی زیادہ بلند ہوتا ہے لیکن آفتابہ دار (لوٹا بردار) یہ شرف رکھتا ہے کہ ہمیشہ بادشاہ کے قرب میں ہوتا ہے اور اس کی خدمتِ خاصہ سرانجام دیتا ہے۔ اور اس (کی یاد) کے سوا (کسی اور کام میں) مشغول نہیں ہوتا۔ سبحان اللہ! ایک بزرگ فرماتے ہیں:

با یار بگلزار شدم رہگزری — بر گل نظرے فگندم از بے خبری

دلدار بطعنہ گفت شرمت بادا — رخسارِ من اینجا و تو در گل نگری

میں محبوب کے ساتھ ایک گلزار (باغ) میں سے گزر رہا تھا کہ بے خبری میں ایک پھول پر نظر پڑی۔

محبوب نے مجھے طعنہ دیتے ہوئے کہا کہ شرم کرو! کہ میرا رخسار تو یہاں ہے اور تو پھول کی طرف دیکھ رہا ہے۔

اسی مقام کے بارے میں بزرگوں نے فرمایا ہے کہ اگر تو کسی کشت زار میں جاتا ہے اور اس کشت سے حظ اٹھاتا ہے تو تو حق سبحانہ وتعالیٰ سے غافل ہے اور اگر تو حظ نہیں اٹھاتا تو جاتا ہی کیوں ہے؟ سالہا سال تک لکھتے رہو، اگر عمل کرنے کا ارادہ ہو تو ایک بات ہی کافی ہے کہ بخدا مشغول باش (کہ خدائے بزرگ و برتر کی یاد میں مشغول رہو) اور اگر عمل نہیں کرنا چاہتے تو لکھتے ہی کیوں ہو کہ ایک "نہ" اور ہزار آسانی۔۔۔ ہر چیز جو کہ غیر حق ہے اسے "نہ" کہہ کر تو خلاص (آزاد) ہو گیا۔ (۱)

دیگر

اس طائفہ (اولیاء اللہ) کی محبت نعمتِ کبریٰ ہے اور عطیۂ عظمیٰ (بہت بڑا عطیہ) ہے۔ درِ اولیاء کی جاروب کشی اغنیاء کی صحبت و ہم نشینی سے بہتر ہے۔

۱۔ مکتوب ۹، انوارِ مرتضوی، ص ۹۰، ۹۱

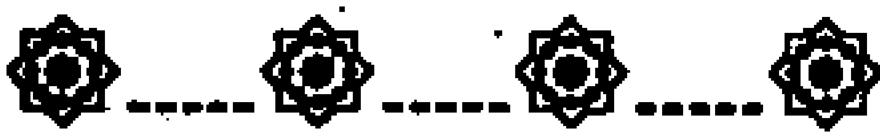
تا یار کرا باشد و میلش بکہ باشد

دیکھیں یار کس کا بنتا ہے اور اس کا میلان کس کی طرف ہوتا ہے (یا وہ کس طرف مائل ہوتا ہے۔)

لیکن ولی کی شناخت نہایت مشکل ہے۔ سنا ہوگا کہ ولی راولی می شناسد کہ ولی کو ولی ہی پہچان سکتا ہے۔ کسی صاحبِ دولت و سعادت کو ہی اس نعمت سے مشرف فرماتے ہیں۔ کسی بزرگ نے فرمایا ہے کہ الٰہی! یہ کیا ہے جو انہوں نے اپنے اولیاء کو بنایا ہے کہ ان کا باطن زلالِ خضر (آب حیات) ہے جو کوئی اس سے ایک قطرہ بھی پی لیتا ہے حیاتِ ابدی حاصل کر لیتا ہے۔ اور ان کا ظاہر سم قاتل ہے ہے کہ جو کوئی صرف اسے دیکھتا ہے موتِ ابدی کا شکار ہو جاتا ہے۔ یہ حضرات اولیاء اللہ ایسے ہیں کہ ان کا باطن رحمت اور ان کا ظاہر زحمت ہوتا ہے۔ ان کے باطن کو دیکھنے والا اہلِ یقین سے ہوتا ہے اور ان کے ظاہر کو دیکھنے والا بدکیشوں سے۔ صورت میں جَو ہوتے ہیں اور حقیقت میں گندم۔ بظاہر وہ عوام بشر یعنی عام انسانوں کی طرح ہوتے ہیں جبکہ باطن میں خواص مَلک یعنی خاص فرشتوں سے۔ بظاہر یعنی ظاہر صورت کے اعتبار سے زمین پر ہوتے ہیں اور معناً یعنی حقیقت کے اعتبار سے آسمان پر۔ ان کا ہم نشین شقاوت (اور بدبختی) سے رہا اور آزاد ہوتا ہے اور ان کا انیس (یعنی انس اور محبت رکھنے والا) سعادت سے سرفراز ہوتا ہے۔(۱)

أُولٰئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ أَلَآ إِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغَالِبُوْنَ۔(۲)

یہی حضرات اللہ کی جماعت ہیں اور آگاہ رہو کہ اللہ کی جماعت والے ہی غالب آنے والے ہیں۔



۱۔ مکتوب ۳۰۔ انوارِ مرتضوی، ص ۱۰۸۔۱۱۰

۲۔ سورۃ المجادلۃ، آیت: ۲۲

قولِ فیصل

دربارۂ قادیانیت

حضرت اعلیٰ مولانا غلام مرتضیٰ بیر بلوی رحمۃ اللہ علیہ نے صرف فتنۂ انکار تقلید کی سرکوبی ہی نہیں کی بلکہ فتنۂ انکارِ ختم نبوت کا بھی استیصال کیا۔ صاحب ''انوارِ مرتضوی'' نے صفحہ ۹۸،۹۷ پر اس حوالے سے آپ کے ایک مکتوب کا اندراج کیا ہے جس میں آپ نے مرزا غلام احمد قادیانی کا ردّ بلیغ مختصر اور جامع انداز میں کیا ہے۔ وہ تاریخی مکتوب یہ ہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ كَفٰى وَ سَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى۔

(قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ قَالَ اُوْحِيَ وَ لَمْ يُوْحَ اِلَيْهِ شَيْءٌ وَ مَنْ قَالَ سَاُنْزِلُ مِثْلَ مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ وَ لَوْ تَرٰى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ غَمَرَاتِ الْمَوْتِ وَ الْمَلٰٓئِكَةُ بَاسِطُوْا اَيْدِيْهِمْ اَخْرِجُوْا اَنْفُسَكُمْ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَ كُنْتُمْ عَنْ اٰيَاتِهٖ تَسْتَكْبِرُوْنَ۔)

عقائد مرزا قادیانی مخالف آیات صریحہ واحادیث صحیحہ ومخالف

اجماع امت و کشوف اولیاء متقدمین و متاخرین است۔ فَلَا یَتَّبِعُہٗ اِلَّا جَاهِلٌ اَوْ زِنْدِیْقٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ اَوْ مُتَعَسِّفٌ فِی الدِّیْنِ۔ البتہ اورا در فن انشاء پردازی عربی و فارسی دخلے ہست۔ لہذا بعضے اشخاص ضعیف الایمان کہ از عقل بہرہ کلی ندارند بر تحریرات او فریفتہ و شیفتہ می شوند و ادعائے کاذبہ او مثل نبوت و ولایت وغیر ذالک را تصدیق می نمایند۔ فَوَیْلٌ لَّهُمْ ثُمَّ وَیْلٌ لَّهُمْ۔ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْجَاهِلِیْنَ۔ دعوائے نبوت و مثیل مسیحا و مہدی بودن از طرف مرزا قادیانی محض دروغ بے و فروغ است۔ زیرا کہ بنا بر تصدیق ایں دعویٰ ہیچ دلیل قوی نزد ایشاں نیست کہ خصم اورا تسلیم نماید۔ محض الہام و کشف حجت بر غیر قائم نہ گردد کَمَا تَقَرَّرَ فِیْ عِلْمِ الْكَلَامِ وَ قَدْ جَرَّبْنَا مِرَارًا اَنَّ صَاحِبَ الْكَشْفِ یَغْلَطُ كَثِیْرًا۔ مع ہذا ایں چنیں کشف کہ مخالف حق صریح باشد معتبر نیست۔ ظاہر ست کہ ایشاں را اگر حظے از ولایت بودے تا احدے از ہمنشیناں ایشاں البتہ مؤدّب و مُہذّب گردیدے و اخلاق ذمیمہ او مبدّل بہ اوصاف حمیدہ گشتے حالانکہ جملہ احباب ایشاں را اَلْآنَ كَمَا كَانَ می بینم۔ ہیچ کس را دل از دنیائے دوں سرد نگردیدہ و نہ ہیچ کس کما حقہ راغب بعبادت الٰہی است۔ چہ خوش گفت۔

"بے حیا آدمی لوگوں کی نظر میں جلد قبولیت حاصل کر لیتا ہے۔ اور لوگ نتیجہ کے لحاظ سے خسیس و رذیل کی پیروی کرنے لگتے ہیں۔"

اِنَّ الْاَوْقَعَ اِلٰی اَوْجِ الْقُبُوْلِ اَوْصَلُ وَ اَنَّ النَّاسَ كَالنَّتِيْجَةِ تَابِعُوْنَ لِلْاَخَسِّ الْاَرْذَلِ۔

سوختم از دستِ صرافاں گوہر ناشناس
قیمت خرمہرہ را با دُر برابر میکنند

مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِیْ وَ مَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا ۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی وَ الْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰی عَلَيْهِ وَ عَلٰی آلِهِ التَّحِيَّةُ وَ الثَّنَاءُ۔(۱)

ترجمہ: حمد وسلام کے بعد اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے کتابِ مقدس میں ارشاد فرمایا ہے کہ اس سے بڑا ظالم کون ہوگا جس نے اللہ پر جھوٹ باندھا اور کہا کہ مجھے وحی ہوئی ہے حالانکہ اس کی طرف کوئی وحی نہیں ہوئی اور جس نے یہ کہا کہ میری طرف ابھی وحی اترے گی، جس طرح اللہ نے پہلے نبی پر حق پر اتاری ہے۔ کاش کہ تو دیکھتا یا وہ منظر تیرے سامنے ہوتا جب یہ ظالم موت کی غشیوں میں ہوتے اور فرشتے اپنے ہاتھوں کو پھیلائے کہہ رہے ہوتے کہ اپنی جانوں کو نکالو۔ آج تمہیں ذلت کا عذاب دیا جائے گا۔ اس وجہ سے کہ تم اللہ کی طرف ناحق منسوب کرتے تھے اور اس کی آیتوں سے انکار کرتے تھے۔

مرزا قادیانی کے عقائد آیاتِ صریحہ، احادیث صحیحہ، اجماعِ امت اور کشوف اولیائے متقدمین ومتاخرین کے مخالف ہیں۔ اس کی پیروی صرف وہی کرسکتا ہے جو جاہل یا زندیق یا مجنوں (پاگل) ہو یا جو دین میں تعسف رکھتا ہو، البتہ اسے فن انشاء پردازی عربی و فارسی میں مہارت حاصل ہے لہٰذا بعض اشخاص ضعیف الایمان جو عقل سے بہرۂ کلی نہیں

۱۔ سورۃ الانعام، آیت ۹۳

رکھتے، اس کی تحریرات اور تقریرات پر فریفتہ اور شیفتہ ہو جاتے ہیں اور اس کے ادعائے کاذبہ (جھوٹے دعوؤں) مثل نبوت وولایت وغیرہ کی تصدیق کرتے ہیں۔ پس خرابی ہے ان کے لیے، ہاں! خرابی ہے ان کے لیے۔ میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ جاہلوں میں سے ہو جاؤں۔ مرزا قادیانی کی طرف سے نبوت اور مثیل مسیح اور مہدی ہونے کا دعویٰ محض دروغِ بے فروغ اور سراسر جھوٹ ہے جو کوئی فائدہ نہیں دے سکتا کیونکہ اس دعویٰ کی تصدیق میں کوئی ایسی دلیل ان کے ہاں ایسی نہیں جسے فریق مخالف تسلیم کرے۔ محض الہام و کشف غیر پر حجت نہیں ہو سکتا جیسا کہ علم کلام میں طے ہو چکا ہے۔ اور ہم نے اس کا بارہا تجربہ کیا ہے کہ صاحب کشف بسا اوقات غلطی میں پڑ جاتا ہے۔ مع ہذا اس قسم کا کشف جو کہ حق صریح (واضح) کے مخالف ہو، معتبر نہیں ہو سکتا۔ ظاہر ہے کہ ان کو اگر ولایت سے کچھ حصہ اور بہرہ حاصل ہوتا تو ان کے ہم نشینوں (صحبت میں بیٹھنے والوں) میں سے کوئی ایک تو ضرور مؤدّب اور مہذّب ہو جاتا اور اُن کے اخلاق ذمیمہ اوصافِ حمیدہ سے تبدیل ہو جاتے۔ جبکہ حال یہ ہے کہ ان کے تمام احباب جیسے پہلے تھے، ویسے ہی اب بھی (الآن کما کان) دیکھتا ہوں، کسی کا دل دنیائے دوں سے سرد نہیں ہوا اور نہ ہی کوئی کما حقہ عبادتِ الٰہی کی طرف راغب ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے:

☆ میں گوہر ناشناس صرافوں (سناروں) کے ہاتھ سے جل اٹھا ہوں
جو خرمہرہ کی قیمت موتی کے برابر بتاتے ہیں۔

جسے اللہ ہدایت دے وہی ہدایت یافتہ ہے اور جسے وہ گمراہ کرے تو تم کوئی اس کا دوست، مددگار اور مرشد، راہ نما (راہ دکھانے والا) ہرگز نہ پاؤ گے اور سلامتی ہو اس پر جس نے ہدایت کی پیروی کی اور نبی کریم ﷺ کی کامل اتباع کو لازم جانا۔"

ضمیمہ جات

☆ عارف کامل حضرت مولانا غلام مرتضیٰ قدس سرہٗ بیربل شریف

تحریر: شیخ الحدیث علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری علیہ الرحمۃ

☆ ایک جامع علم وعرفان شخصیت

حضرت اعلیٰ مولانا خواجہ غلام مرتضیٰ بیربلوی قدس سرہٗ

مطبوعہ ماہنامہ ضیائے حرم، جنوری ۲۰۱۲ء

حضرت اعلیٰ خواجہ غلام مرتضٰی قدس سرہٗ

كُلُّ خَيْرٍ مِّنْ وُجُوْدِكَ يَظْهَرُ — كُلُّ شَرٍّ مِّنْ جَنَابِكَ يُدْبِرُ
قَدْ شَغَفْتُ بِوَجْهِكُمْ يَا سَيِّدِیْ — وَجْهُكُمْ مِّنْ كُلِّ نُوْرٍ اَنْوَرُ
شَمْسُنَا شَمْسٌ يُضِيْءُ بِهَا الدُّجٰى — كُلُّ ذِی الْاَثْمَارِ مِنْهَا تُثْمِرُ
لَا اُبَالِیْ مُنْكِرًا مِّنْ فَيْضِهٖ — اِنَّهُ الْخَفَّاشُ لَيْسَتْ تُبْصِرُ
قَدْ تَجَاهَلَ فَيْضَهٗ مِنْ مَرَضِهٖ — وَالْمَرَضُ لَا مَقْصَرَ بَلْ يَكْثُرُ

جَدَّ غُلَامُكَ يَا غُلَامَ الْمُرْتَضٰى
لَيْسَ لِیْ مِنْ غَيْرِ بَابِكَ مَحْضَرُ

☆ حضرت مولانا شیخ احمد علیہ الرحمۃ (اٹاری ضلع ساہیوال

یمہ اوّل:

عارفِ کامل حضرت مولانا غلام مرتضٰی قدس سرہٗ (بیربل شریف)

قدوۃ السالکین، امام المتقین حضرت مولانا غلام مرتضٰی قدس سرہٗ ۱۲۵۱ھ/۱۸۳۵ء
، بیربل شریف (ضلع سرگودھا) میں پیدا ہوئے۔ آپ کا خانوادہ کئی پشتوں سے علم و
ان کا سرچشمہ چلا آرہا تھا۔ آپ کی ولادت سے پہلے ہی ایک مردِ کامل نے آپ کے
د ماجد کو بلند مرتبہ فرزند پیدا ہونے کی بشارت دی تھی۔ ابھی آپ کی عمر تیرہ برس ہی تھی کہ
ِ ماجد کا سایۂ عاطفت سر سے اٹھ گیا۔ اس عرصے میں آپ قرآنِ پاک حفظ کرنے کے
درسی ابتدائی کتب پڑھ چکے تھے۔ والدِ گرامی کے وصال کے بعد علمِ دین کا شوق کئی
لے گیا لیکن کہیں بھی سکونِ قلب ونظر کا سامان مہیا نہ ہوسکا۔ بالآخر مولانا غلام نبی للّٰہی
شریف ضلع جہلم) کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پوری دلجمعی سے تھوڑے ہی عرصہ
ں تمام کتبِ متداولہ کی تحصیل وتکمیل کر لی اور ۱۸ سال کی عمر میں دستارِ فضیلت حاصل کر
ے آباء واجداد کی مسندِ تدریس پر جلوہ گر ہوئے اور مشتاقانِ علوم کو سیراب کرنا شروع کیا۔

دورِ طالب علمی میں حضرت مولانا شاہ غلام محی الدین قصوری دائم الحضوری قدس
سرہٗ کے دستِ حق پرست پر بیعت ہوئے اور خلافت واجازت سے مشرف ہوئے۔

جب آپ نے مسندِ تدریس کو رونق بخشی تو جلد ہی تشنگانِ علوم کی بہت بڑی تعداد
آپ کے گرد جمع ہوگئی۔ کثرتِ طلباء کے باوجود آپ کبھی ملال نہ فرماتے۔ علمی نوادرات
فراہم کرنے کا اس قدر اشتیاق تھا کہ جہاں کہیں کسی نایاب کتاب کی اطلاع ملتی تو اسے

حاصل کرنے کی ہر ممکن کوشش فرماتے۔ کبھی کسی سے بطورِ امتحان کوئی سوال نہ پوچھتے۔ اگر کوئی تعلّی کا اظہار کرتا تو اس سے کوئی ایسا سوال کرتے کہ وہ خاموش ہو جاتا اور آپ تجرِ علمی کا اعتراف کرتا۔ باوجود جلالتِ علمی اور علوِ مرتبت کے تواضع اور انکسار کا یہ عالم کہ اپنے لیے کبھی جمع کا صیغہ استعمال نہ فرماتے۔ توکل اور قناعت میں اپنی مثال آ تھے۔ طلباء اور خدام پر خاص مہربانی فرماتے۔ جو کچھ آتا غرباء اور مساکین میں تقسیم دیتے۔ روزانہ سینکڑوں حاجت مند حاضر ہوتے مگر کسی کو خالی ہاتھ نہ لوٹاتے۔ اگر کسی وق کچھ پاس نہ ہوتا تو دوسرے وقت آنے کی ہدایت فرماتے۔ رات کو بہت کم سوتے تھے اکثر فرش پر بستر بچھا کر آرام فرماتے۔ نمازِ تہجد کے لیے خاص اہتمام فرماتے اور اگر خا موجود نہ ہوتا تو خود پانی نکال کر وضو اور غسل کرتے۔

آپ نے رشد و ہدایت اور تبلیغِ دین کا مشن پوری قوت و ہمت سے جاری رکھا بدعات اور غیر شرعی رسوم کے انسداد کے لیے بھرپور جہاد کیا اور بے شمار خلقِ خدا کو راست دکھائی، کسی شخص نے پوچھا کہ بدمذہب مثلاً وہابی، نیچری اور رافضی کی صحبت میں بیٹھنا چاہیے یا نہیں؟ فرمایا:

"ہرگز نہ بیٹھنا چاہیے۔" پھر یہ شعر پڑھا ۔

صحبت بد راہ تبہ می کند
دیگ سیہ جامہ سیہ می کند

سائل نے پھر پوچھا: "کیا صرف پاس بیٹھنے سے بھی اثر ہو جاتا ہے؟"

فرمایا: "کیا آگ کے پاس بیٹھنے سے اثر نہیں ہوتا؟" (۱)

اَن گنت خوش نصیب آپ کے دستِ اقدس پر بیعت ہوئے اور کثیر التعد باکمال حضرات خلافت، اجازت اور شرفِ تلمذ سے سرفراز ہوئے۔

۱۔ عبدالرسول، مولانا: انوارِ مرتضوی، ص ۶۵

حضرت مولانا غلام مرتضیٰ قدس سرہٗ اپنے دور کے نامور فاضل حضرت مولانا غلام
الدین قصوری دائم الحضوری رحمہ اللہ تعالیٰ کے جلیل القدر خلیفہ مجاز اور صاحب
مت بزرگ تھے۔ ایک دفعہ آپ کسی عقیدت مند کے پاس تشریف لے گئے۔ چند روز
فرمایا لیکن نمازِ فجر سے پہلے جب آپ عبادت وریاضت میں مشغول ہوتے تو ایک
ک کے ناقوس بجانے سے سخت تکلیف ہوتی۔ ایک دن باہر تشریف لے جاتے ہوئے
کدہ کے پاس گزر ہوا۔ آپ نے ایک مخلص سے پوچھا، صبح کے وقت ناموس کون بجایا
ا ہے؟ خادم نے بتکدہ میں بیٹھے ہوئے ایک شخص کی طرف اشارہ کیا۔ آپ نے اس پر
جلالی نگاہ ڈالی اور فرمایا:

"ان شاء اللہ تعالیٰ پھر ناقوس نہیں بجایا جائے گا۔"

چنانچہ وہ شخص اسی روز بیمار ہوا اور ناقوس بجانے کے وقت سے پہلے ہی چل
(۱)

آپ سال میں دو عرس کرتے تھے اور فرماتے تھے: یہ تمام عرسوں کے سردار ہیں،
عرس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲ ربیع الاول کو اور دوسرا معراج شریف کے موقع پر
رجب المرجب کو۔ ان دونوں مواقع پر خلقِ خدا کثرت سے جمع ہوتی۔ تمام شب وعظ
کا سلسلہ جاری رہتا اور کوئی غیر شرعی رسم دیکھنے میں نہ آتی۔ آپ کا معمول یہ تھا کہ نمازِ
کے بعد ختم امامِ ربانی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ پڑھتے پھر مراقبہ فرماتے۔
ین اور خدام توجہات اور فیضِ باطنی سے مستفیض ہوتے۔

آپ نے تصنیف وتالیف کی طرف بھی خاص توجہ فرمائی اور متعدد بلند پایہ
ف کا ذخیرہ یادگار چھوڑا۔ چند تصانیف کے نام یہ ہیں:

ا۔ رسالہ مختصر نزہۃ الناظرین مع شرح روض الریاحین

بد الرسول، مولانا: انوارِ مرتضوی، ص ۶۵

۲۔ مصباح الدجیٰ اور اس کی شرح شمس الضحیٰ (علمِ حدیث میں بلند مرتبہ کتا

۳۔ تحفۃ العارفین وہدیۃ السالکین ۴۔ تذکرۃ المحصنات

۵۔ معراج نامہ (عربی) ۶۔ رسائل در فضائل رمضان وغ

ان کے علاوہ متعدد رسائل لکھے اور کئی کتابوں پر حواشی لکھے، آپ کے

فتاویٰ کو یکجا کیا جاتا تو ضخیم فتاویٰ تیار ہو جاتا۔(۱)

۱۵ / رجب، ۸/ اکتوبر (۱۳۲۱ھ / ۱۹۰۳ء) کو غروبِ آفتاب سے کچھ قبل آ

وصال ہوا، نمازِ جنازہ کے بعد مولانا عبد الرسول رحمہ اللہ تعالیٰ سجادہ نشین لِلّٰہ شریف

پڑھائی (۲)۔ حضرت مولانا صاحبزادہ محمد عمر (بیربل شریف) آپ کے پوتے او

نشین اور جید فاضل تھے۔ جن کی وفات ماضی قریب میں ہوئی ہے۔

(تکملہ از مرتب) ترجمانِ حقیقت حضرت صاحبزادہ محمد عمر قدس سرہٗ علوم قدیمہ وجدی

مجمع البحرین اور علم وعرفان کے جامع النورین تھے۔ آپ نے تصوف (روحِ دین) کے ا

دفاع کے لیے ادارۂ تصوف کی بنیاد رکھی اور علمی ودینی جریدہ "سلسبیل" کا اجراء فرمایا۔

کے موضوع پر آپ کی گراں قدر تصانیف میں "انقلاب الحقیقت" شاہکار کا درجہ رکھتی ہے

تصانیف میں قرآنی حقائق (قرآنی نظریۂ حیات وطریقت کی حقیقت)، توحید، صراط

سلوک ومقصد سلوک، تذکرۂ حضرتِ اعلیٰ اور زنبیل عمر خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔ آ

مقالات ومکتوبات کے مجموعے بھی بالترتیب "حقائق ومعارف" اور "انوار وتجلیات" کے نا

شائع ہو چکے ہیں۔ جن کی ترتیب وتدوین کا شرف عاجز راقم سطور کو حاصل ہوا ہے۔

صاحبزادہ صاحب نے ۱۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۷ھ / ۲۶ اگست ۱۹۶۸ء وصال فرمایا۔ اور ا

بزرگوار کے زیرِ سایہ ابدی آرام گاہ حاصل کی۔

۱۔ یہ تمام تر معلومات "انوارِ مرتضوی" سے ماخوذ ہیں۔ (ناچیز مرتب عفی عنہ)

۲۔ شبیر احمد شاہ، سید صاحبزادہ: انوارِ محی الدین، ص ۲۴۹۔۲۵۹

ضمیمہ دوم:☆

حضرت اعلیٰ مولانا خواجہ غلام مرتضیٰ بیر بلوی قدس سرہٗ
ایک جامع علم و عرفان شخصیت

علوم و معارف

فروغ علم

حضرت اعلیٰ مولانا خواجہ غلام مرتضیٰ بیربلوی قدس سرہٗ کی ساری زندگی تعلیم و تدریس اور تربیت و تزکیہ میں گزری۔ اگرچہ آپ ایک وسیع سلسلۂ ارشاد کے مالک تھے، لیکن بنیادی دلچسپی حصول علم اور فروغ علم ہی میں تھی۔ ''تذکرہ حضرتِ اعلیٰ'' کے مصنف کی تشریح کے مطابق آپ علم کو اکتسابی اور فقر وولایت کو ایک وہبی دولت سمجھتے تھے، جس کا انحصار سراسر عنایت خداوندی اور موہبت ربانی پر ہے۔ اس لیے علم کے فروغ میں دن رات مصروف رہا کرتے تھے۔ اپنی تمام اولاد (صاحبزادگان اور نبیرگان) کو بھی علم کے حصول و اکتساب پر لگا رکھا تھا۔ اس سلسلے میں آپ کا نظریہ یہ تھا اور آپ اس سلسلے میں حضرت سعدی کے مکمل ہمنوا اور ان سے پوری طرح متفق تھے۔

پئے علم چوں شمع باید گداخت
کہ بے علم نتواں خدا را شناخت

حفظ قرآن سے آپ کو فطری لگاؤ اور والہانہ عشق تھا۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ آپ کی تمام اولاد یعنی آپ کے تینوں بیٹے اور اکثر پوتے (ماسوائے ایک دو کے) سب کے سب

☆ ضیائے حرم بھیرہ میں مسلسل شائع ہونے والے تذکرہ کی چوتھی قسط (مرتب عفی عنہ)

حافظ ہوئے اور عالم بنے۔ جب آپ نے مدرسہ شروع کیا تو علاقہ میں کہیں خال ہی خال کوئی حافظ ملتا تھا لیکن آپ کے درس قرآن اور تحریک حفظ قرآن کے نتیجے میں پورا علاقہ حافظوں سے بھر گیا۔ اس کے بعد "تذکرہ" کے مصنف نے اپنی مثال بیان کی ہے کہ انہوں نے بھی حضرت اعلیٰ جدامجد کے زیر سایہ بہت چھوٹی عمر میں قرآن مجید حفظ کر لیا تھا اور تیرہ سال کی عمر سے حضرت اعلیٰ کو تین بار نمازِ تراویح میں قرآن سنانے کا شرف حاصل کیا جبکہ حضرت اعلیٰ خود سامع ہوتے تھے۔ ایک مرتبہ مسجد معلّی میں جو کہ آپ کا مرکز ارشاد بھی تھی، قرآن سنایا اور دوسری اور تیسری مرتبہ جبکہ حضرت اعلیٰ پر فالج گرا ہوا تھا، حویلی مبارک میں قرآن سنایا۔

حفظ قرآن کے ساتھ ساتھ آپ کو یہ بھی شوق تھا اور آپ کو یہ خیال بھی ہمیشہ رہا کہ آپ کی تمام اولاد عالم دین بنے۔ صرف صاجزادگان ہی نہیں بلکہ نبیرگان پر بھی آپ کی توجہ تھی اور خصوصاً "تذکرہ" کے مصنف صاجزادہ محمد عمر اور ان کے عم زاد مولانا فخر الدین خصوصیت سے مرکز نگاہ تھے۔ عصر کے بعد جبکہ مدرسہ میں چھٹی ہو جایا کرتی تھی اور تمام طلباء سیر و تفریح کے لیے باہر نکل جاتے تھے، آپ نے ان دونوں نورین نظر کو مسجد ہی میں رہنے کی تلقین فرما رکھی تھی اور بنفس نفیس ان سے "نزہۃ الناظرین" سنا کرتے تھے جو آپ ہی کا کیا ہوا حدیث کا مختصر انتخاب تھا اور مطبوعہ تھا۔

آپ کی زندگی ہی میں آپ کے بڑے صاجزادے حضرت مولانا احمد سعید جب تحصیل علوم سے فارغ ہوئے تو انہیں مسند تدریس پر فائز کر دیا گیا اور کچھ عرصہ بعد مدرسہ کی صدارت بھی ان ہی کو تفویض ہوگئی۔ آپ ابتداء میں حضرت اعلیٰ کے حکم سے عیدگاہ کی مسجد میں اسباق پڑھایا کرتے تھے۔ جبکہ آپ کے باقی دونوں بھائی حضرت مولانا محمد سعید اور حضرت مولانا غلام رسول درس قرآن کے دو الگ الگ حلقوں کے مہتمم اور استاذ تھے۔

"تذکرہ حضرت اعلیٰ" میں حضرت اقدس صاجزادہ محمد عمر علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ والد بزرگوار کو تھوڑے ہی عرصہ میں تمام علومِ اسلامی پر عبورِ کامل حاصل ہو گیا تھا اور وہ دورانِ

تدریس جب کسی علمی مسئلہ پر تقریر فرماتے تو یوں محسوس ہوتا گویا علم کا بحرِ ذخار ٹھاٹھیں مار رہا ہے۔ حضرتِ اعلیٰ جب کبھی روحانی و تبلیغی سفر پر نکلتے تو یہی آپ کی نیابت کے فرائض بھی ادا کرتے اور مدرسہ و خانقاہ (درس و تدریس اور دعوت و ارشاد) میں آپ کے نائب مناب اور قائم مقام ہوتے تھے۔

یہی نہیں کہ اپنی اولاد (صاحبزادگان و نبیرگان) ہی کو علم کے حصول و اکتساب اور درس و تدریس کی پُرزور تاکید تھی بلکہ اپنے تمام خصوصی فارغ التحصیل تلامذہ و خلفاء کو بھی اس کی وقتاً فوقتاً تلقین فرماتے۔ قصورِ پُرنور کے سجادہ نشین حضرت مولانا سید محمد شاہ صاحب علیہ الرحمہ جو آپ ہی کے خوانِ علم و عرفان کے خوشہ چین اور آپ ہی کے فیض یافتہ اور دامن گرفتہ تھے، کو ایک خط میں تاکیداً ارشاد فرماتے ہیں:

> ''آنجناب را لازم و واجب کہ بر اوراد و وظائف و مطالعۂ کتب صوفیہ صافیہ مواظبت نمائند و بہ اعمال خیر اوقات را معمور دارند و شیوۂ امر بالمعروف و نہی عن المنکر را نیز از دست ندہند و ہر قدر کہ توانند تدریس علم ظاہر نمائند و بطالبانِ صادق توجہ بوقت صبح و شام نمودہ باشند و شاہ صاحب خود را نیز بلطائف الحیل ببرکت تحصیل عبور کنانند، ان شاء اللہ تعالیٰ برکت در تدریس و تسلیک ایشاں خواہد شد۔''(۱)

> ''آنجناب کے لیے لازم و واجب ہے کہ اوراد و وظائف اور کتب صوفیہ صافیہ کے مطالعہ پر مواظبت کریں۔ اور اعمال خیر سے اوقات کو معمور رکھیں اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے شیوہ و طریقہ کو ہاتھ سے نہ جانے دیں اور جس قدر ممکن ہو تدریس علم ظاہر کریں اور طالبانِ صادق کو صبح و شام توجہ دیتے رہیں اور اپنے (فرزند دلبند)

۱۔ انوارِ مرتضوی، ص ۱۲۱

شاہ صاحب کو لطائف الحیل سے تحصیل کی برکت سے عبور کرائیں۔

ان شاء اللہ تعالیٰ آپ کی تدریس و تسلیک میں برکت ہوگی۔"

ذوق مطالعہ

استاد وہی کامیاب ہے اور عالم وہی کامل جو ہمہ وقت ذوقِ مطالعہ سے سرشار رہتا ہے۔ صرف فراغتِ تحصیل کی سند حاصل کر لینا ہی کافی نہیں بلکہ اس کے بعد تدریس ہی سے علم پختہ ہوتا ہے۔ اور تدریس میں کامیابی کے لیے مطالعہ و تحقیق کی اشد اور ناگزیر ضرورت ہوتی ہے۔ اور اگر تدریس کے ساتھ ساتھ تصنیف کا ذوق بھی ہو تو مطالعہ کتب کی اہمیت دوچند ہو جاتی ہے۔ حضرت اعلیٰ قدس سرہٗ مدرّس کے ساتھ ساتھ مصنف اور مفتی بھی تھے۔ آپ نے مروجہ علمی زبانوں، عربی، فارسی میں بہت سی کتب تصنیف کیں۔ جن کا ذکر آگے آ رہا ہے۔ علاوہ ازیں قرب و جوار اور دور دراز مقامات سے استفتاءات موصول ہوتے رہتے اور آپ ان کا کامل تحقیق سے جواب دیتے۔ عام طور پر فتویٰ نویسی کی ذمہ داری اپنے تلمیذ خصوصی مفتی شاہ عالم صاحب کو نیابتاً سونپ رکھی تھی لیکن فتویٰ جاری ہونے سے پہلے آپ کی نظر خاص سے گزارنا ضروری تھا اور اس کے لیے آپ خود بھی مسائل کی تحقیق فرماتے اور مکمل اطمینان اور تسلی کے بعد فتویٰ جاری ہوتا۔ جن مسائل کی تحقیق خاص طور پر بغرض افتاء مطلوب ہوتی ان کے لیے مطلوبہ کتب کی نشاندہی فرما دیتے اور وہ خادم پہلے ہی آپ کے حجرہ میں آپ کے بستر کے قریب رکھ دیتا اور آپ دیر تک مطالعہ فرماتے رہتے اور نیند کے غلبہ پر کچھ دیر استراحت فرماتے اور پھر کچھ دیر کے بعد اٹھ بیٹھتے اور اگلے دن کے معمولات شروع کر دیتے۔

حضرت اعلیٰ قدس سرہٗ مطالعہ کا بلند پایہ ذوق رکھتے تھے اور فقہی و درسی کتب کے علاوہ قرآن و حدیث و تفسیر اور فقہ و تصوف کی کتب کا بھی خصوصیت سے مطالعہ کرتے تھے۔ چونکہ دن بھر درس و تدریس اور دعوت و ارشاد کی ذمہ داریاں جاری رہتیں اس لیے معمول

کے ضروری مطالعہ کے علاوہ بہت کم وقت بچتا، جس کی تلافی رات کو فرماتے اور رات کو دیر تک مطالعہ میں مصروف رہا کرتے تھے۔ حضرت اعلیٰ بیر بلوی قدس سرہٗ اس سلسلے میں بالکل متقدمین کے قدم بقدم تھے۔ جو حضرت اقدس صاحبزادہ محمد عمر بیر بلوی علیہ الرحمۃ کے بقول ہزاروں کتابیں پڑھتے تھے اور سینکڑوں کتابیں لکھتے تھے۔ (۱)

شوق کتب

علم و تحقیق کے اسی ذوق بے پایاں کا نتیجہ تھا کہ آپ میں کتب بینی کا بے پناہ شوق پایا جاتا تھا اور اکثر آپ کتابوں کی تلاش میں رہتے تھے اور جس نئی کتاب کے بارے میں آپ سنتے، اس کو حاصل کرنے کی کوشش فرماتے۔ صاحب ''انوارِ مرتضوی'' کا بیان ہے کہ پہلے علماء کی بے علم اولاد اکثر اپنے بزرگوں کی زیر استعمال و مطالعہ کتب لے آتے اور اگرچہ آپ کے پاس پہلے سے اس کے کئی نسخے موجود ہوتے اور کئی مرتبہ مدرسہ کے اساتذہ اور دیگر ذمہ دار حضرات اس کی نشاندہی بھی کرتے لیکن پھر بھی آپ وہ کتب ان سے لے لیتے۔ اس سے ایک تو ان کی دلجوئی اور پاس خاطر مقصود ہوتی اور دوسرے آپ کا یہ خیال بھی تھا کہ پہلے علماء زیادہ متقی اور نیک نفس ہوتے تھے، اس لیے ان کی زیر استعمال و مطالعہ کتب بھی زیادہ بابرکت ہوتی ہیں۔

کتب سے آپ کی محبت کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ کسی مخلص نے آکر کہا کہ قریبی گاؤں چک موسیٰ میں جہاں آپ کے بزرگ وادیٔ سون سے ہجرت کے بعد آکر مقیم ہوئے تھے، وہاں ابھی تک آپ کا ایک آبائی ملکیتی کنواں (اور اس سے ملحق زمین) بھی ہے جس پر موروثی مزارعین قابض ہو گئے ہیں۔ اگر آپ ایک سو روپیہ (جو اس زمانے میں کوئی کم رقم نہ تھی) خرچ کریں اور حکام مجاز کی عدالت میں اس کی بازیابی کے لیے درخواست دیں تو وہ کنواں بمع زمین آپ کو مل سکتا ہے۔ حضرت اعلیٰ قدس سرہٗ نے سنا تو فرمایا سو روپیہ پاس ہوا تو کتابیں خرید لیں گے، ہمیں کنوئیں کی کیا ضرورت؟

۱۔ انقلاب الحقیقت، دیباچہ طبع ثانی، ص

مثالی کتب خانہ

مدرسہ اور کتب خانہ لازم وملزوم ہیں۔ تعلیم وتدریس کے لیے کتابوں کی بیش از بیش ضرورت ہوتی ہے۔ ان میں ایک تو وہ کتابیں ہیں جو طلبہ کو درسی ونصابی مقصد کے لیے مطلوب ہوتی ہیں اور دوسری وہ کتابیں جن کی بحث ونظر اور تحقیق وتدقیق کے لیے ضرورت ہوتی ہے۔ حضرتِ اعلیٰ قدس سرہٗ نے سندِ فراغت اور دستارِ فضیلت کے بعد وطن مالوف واپس آ کر اپنے استاد ومربی کے حکم سے درس وتدریس کا سلسلہ فوراً شروع کر دیا جس نے جلد ہی ایک عظیم الشان جامعہ کی صورت اختیار کر لی تھی، جہاں قرب وجوار کے علاوہ دور دراز مقامات سے طلبہ آنے لگے تھے اور ان کی تعداد دن بدن بڑھ رہی تھی۔ اس پر مستزاد خود آپ کا ذوق مطالعہ اور شوق تحقیق تھا جس کی بناء پر زیادہ سے زیادہ کتابوں کی ضرورت محسوس ہونے لگی تھی۔ چنانچہ مدرسہ کے ساتھ ہی آپ نے ایک عظیم الشان کتب خانہ (لائبریری) کی داغ بیل بھی رکھی جہاں ہر فن کی مطبوعہ کتب کے علاوہ مخطوطات کا بھی ایک بیش بہا ذخیرہ اکٹھا ہو گیا تھا۔ اس لیے کہ آپ جس کتاب کے بارے میں بھی سنتے اور وہ مطبوعہ نہ ملتی تو آپ اس کو عاریتاً حاصل کر کے نقل کرا لیتے۔ کتب ذخیرہ کرنے اور کتب خانہ کو وسعت دینے کا اس قدر شوق تھا کہ جب کبھی سرہند سربلند اور قصور پرنور جاتے تو واپسی پر لاہور میں کئی کئی دن قیام کرتے اور کشمیری بازار سے کتابیں منگوا منگوا کر دیکھتے رہتے اور جو کتاب پسند آتی یا جس کی ضرورت ہوتی، خرید لیتے۔ بسا اوقات اتنی زیادہ کتابیں ہو جاتیں کہ انہیں کسی گدھا گاڑی یا جانوروں پر بیربل شریف روانہ کرتے کیونکہ ان دنوں ایسی ہی سواری بار برداری کے لیے مہیا ہوتی تھی۔ ''تذکرہ حضرتِ اعلیٰ'' کے مصنف کے مطابق آپ کے اس شوق کتب بینی وکتب داری کا نتیجہ تھا کہ آپ کا کتب خانہ مثالی حیثیت اختیار کر گیا تھا اور بلا شبہ اس وقت پنجاب کے بہترین کتب خانوں اور ذخائر کتب میں شمار ہوتا تھا، جہاں ہر فن کی کئی کئی کتابیں اور ہر کتاب کے کئی کئی نسخے موجود تھے۔ افسوس کہ آپ کے بعد یہ کتب خانہ تین حصوں میں تقسیم ہو گیا اور پھر اس کی جو حالت بنی بیان سے باہر ہے۔

اس میں مرور ایام کا اثر اپنی جگہ، اخلاف کی عدم توجہی اور لاعلمی بھی کچھ کم ذمہ دار نہیں۔

بحث ونظر

بحث ونظر یعنی مباحثہ اور مناظرہ کا فن اسلام کی قدیمی علمی روایت کا جزو لاینفک رہا ہے۔ اس سے کسی عالم کے کمال علمی کا اندازہ تو ہوتا ہی ہے، حمایت حق میں بھی بہت مدد ملتی ہے۔ حضرت اعلیٰ کو رسوخ علمی کے ساتھ فن مناظرہ میں بھی ید طولیٰ حاصل تھا۔ آپ نے تعلیم وتدریس اور تربیت وتزکیہ کی ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ مباحثہ ومناظرہ کے بھی کئی معرکے سر کیے۔ صاحب ''انوارِ مرتضوی'' نے آپ کے کئی دلچسپ مناظروں کا ذکر کیا ہے جو غیر مقلدین کے ساتھ ہوئے۔ مگر ان کا ذکر ہم اگلے حصے کے لیے اٹھا رکھتے ہیں۔(۱) یہاں صرف آپ کے رسوخ کمال علمی کے ایک پہلو بحث ونظر پر روشنی ڈالنا مقصود ہے۔

تاریخی مناظرہ

''تذکرہ حضرت اعلیٰ'' میں آپ کے ایک اور تاریخی مناظرہ کا ذکر بھی ملتا ہے۔ جو مولوی حکیم نور الدین بھیروی کے ساتھ کوٹ بھائی خان میں ہوا تھا۔ بہت سے قارئین کے لیے شاید یہ بات نئی ہو اور متعدد قارئین کو شاید یہ معلوم نہ ہو کہ حکیم نور الدین جو بعد میں مرزا غلام احمد قادیانی کا خلیفۂ اوّل بنا، تحصیل علم سے فراغت کے بعد سب سے پہلے انکارِ تقلید کے فتنہ میں مبتلا ہوا، جس نے بڑھ کر انکار ختم نبوت کی صورت اختیار کر لی اور پھر گرتے گرتے انکارِ ختم نبوت کے قعر مذلت میں جا گرا اور بیر بل شریف کے قریب ہی کوٹ بھائی خان میں چند رؤسا نے جب وہابیت وعدمِ تقلید کی راہ اختیار کی اور حضرت اعلیٰ بیر بلوی کو مناظرہ کا چیلنج دیا اور بھیرہ سے حکیم نور الدین کو جو کہ اس وقت غیر مقلد تھا، مناظرہ کے لیے لے آئے تو حضرت اعلیٰ بیر بلوی پورے جوش وخروش سے میدان مناظرہ میں اترے اور اس کے مد مقابل ہوئے۔ آمین بالجہر کے مسئلہ پر گفتگو شروع ہوئی۔ مولوی حکیم نور الدین

۱۔ ان میں سے کچھ مباحثوں کا ذکر گذشتہ اوراق میں آ چکا ہے۔

نے کہا کہ بخاری میں آتا ہے: اِذَا قَالَ الْاِمَامُ وَ لَا الضَّالِّیْنَ قُوْلُوْا آمِیْنَ (امام جب ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو)۔ حضرتِ اعلیٰ نے فرمایا کہ آمین تو ہم بھی کہتے ہیں، یہاں بالجہر کہاں سے نکل آیا۔ حکیم نے کہا کہ بخاری کا قاعدہ ہے کہ جب قال قولوا کا لفظ آئے تو اس سے بالجہر مراد ہوتا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ اس حدیث میں آگے آتا ہے اِذَا قَالَ الْاِمَامُ سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ قُوْلُوْا رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ (جب امام سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم ربنا لک الحمد کہو) تو ربنا لک الحمد بالجہر کیوں نہیں پڑھتے۔ حکیم لاجواب ہوا تو بحث برائے بحث کے طور پر مولوی نورالدین نے ایک حدیث پیش کی اور کہا کہ یہ بخاری میں ہے، حضرتِ اعلیٰ نے کہا کہ یہ حدیث بخاری میں نہیں ہے۔ اس دور میں مناظرہ کئی کئی دن تک ہوتا رہتا تھا۔ مزید بحث اگلے دن پر پڑی۔ ''تذکرہ حضرت اعلیٰ'' کے مصنف کے بیان کے مطابق حضرت اعلیٰ نے یہ خیال کرتے ہوئے کہ اتنا بڑا مولوی ہے، تحکم سے دعویٰ کر رہا ہے، مبادا یہ حدیث بخاری میں نکل آئے اور خفت اٹھانی پڑے۔ آپ نے رات بھر جاگ کر ساری بخاری آنکھوں سے گزار دی۔ اگلے دن میدانِ مناظرہ میں گئے تو پتہ چلا کہ مولوی نورالدین راتوں رات ہی بھاگ گیا ہے اور بھیرہ واپس چلا گیا ہے(۱) اور یہ ثابت ہو گیا اور ہر ایک نے بچشم خود اس قرآنی حقیقت کا ظہور دیکھ لیا۔

وَ قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ ط اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا۔(۲)

اور آپ فرمایئے کہ حق آ گیا اور باطل بھاگ گیا اور باطل کو بھاگنا ہی تھا۔

۱۔ ''تذکرہ حضرت اعلیٰ'' کے مصنف حضرت اقدس صاحبزادہ محمد عمر علیہ الرحمۃ کے مطابق حکیم نورالدین اس کے بعد بھیرہ سے، جو اس کا قدیمی اور آبائی شہر تھا، سے بھی چلا گیا اور ایسا گیا کہ پھر کبھی واپس نہیں آیا۔ (ملاحظہ ہو سابقہ صفحات)

۲۔ بنی اسرائیل:۸۱

تصنیف وتالیف

حضرت اعلیٰ قدس سرہٗ ایک عالم و فاضل اور عارف کامل، ایک مثالی درس اور ایک کامیاب مناظر ہونے کے ساتھ ساتھ ایک بلند پایہ محقق و مصنف بھی تھے۔ آپ کی سرگرمیوں کا دائرہ صرف تعلیم وتدریس تک ہی محدود نہ رہا تھا بلکہ تصنیف وتالیف کے میدان میں بھی آپ نے کارہائے نمایاں سرانجام دیئے۔ عام طور پر جو کتب بھی آپ متداول علمی و ادبی زبانوں عربی وفارسی میں لکھتے وہ نقل در نقل ہو کر دھڑ ادھڑ آپ کے اہل علم خلفاء وتلامذہ کے علاوہ دیگر اہل علم میں بھی تقسیم ہو جاتیں۔ ''انوارِ مرتضوی'' میں آپ کی حسبِ ذیل تصانیف وتحقیقات کا ذکر کیا گیا ہے۔

۱۔تفسیر سورۃ الھاکم التکاثر

جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے سورۂ تکاثر کی عربی زبان میں تفسیر ہے۔اس کو پنجاب یونیورسٹی شعبۂ عربی کی ایک طالبہ سعدیہ نصر اللہ نے ایم اے عربی کے لیے تحقیقی مطالعہ کے طور پر مرتب کیا ہے اور اب وہ اس کا اردو میں ترجمہ بھی کر رہی ہیں جو معاصر'' معین الاسلام'' بیربل شریف میں بالاقساط شائع ہو رہا ہے۔

۲۔نزھۃ الناظرین و بھجۃ الطالبین مع شرح روض الریاحین فی کلام سید المرسلین صلوٰۃ اللہ و سلامہ علیہ و علیٰ آلہٖ و اصحابہ اجمعین

حدیث کی مشہور درسی کتاب مشارق الانوار کا ایک مختصر انتخاب ہے جو آپ نے اپنے طلبہ اور خاص طور پر اپنی اولاد (صاحبزادگان ونبیرگان) کے استفادہ ومطالعہ کے لیے یہ حسن انتخاب ترتیب دیا اور عربی زبان میں اس کی شرح بھی فرمائی۔ آپ کی حیات مبارک میں زیور طبع سے آراستہ ہو کر اہل علم تک پہنچا۔اس کا ایک نسخہ راقم سطور نے اپنے استاد وفیض ملاذ حضرت سید ابوالبرکات قدس سرہٗ کے کتب خانہ میں بھی دیکھا تھا۔راقم آثم کو اس کا ترجمہ کرنے کی سعادت بھی حاصل ہوئی ہے۔ جسے حضرت صاحبزادہ پروفیسر محبوب حسین

صاحب مدظلہ نے المکتبۃ المرتضویہ بیربل شریف کی طرف سے شائع کیا ہے۔کئی دفعہ چھپ کر زینت بخش ناظرین ہو چکا ہے۔

۳۔شمس الضحیٰ شرح بدرالدجیٰ فی حدیث المصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء

مشارق الانوار ہی کا یہ ترتیب ابواب فقہی بڑا انتخاب ہے اور ساتھ ہی اس کی شرح عربی زبان میں ہے۔الحمدللہ ثم الحمدللہ اس کتاب کو پنجاب یونیورسٹی کے ایک سکالر مفتی محمد اکرم نظامی صاحب پی ایچ ڈی کے مقالہ کے طور پر مرتب کی سعادت حاصل کر رہے ہیں جو مدرسہ معین الاسلام بیربل شریف اور جامعہ نظامیہ رضویہ کے سابق طالبعلم ہیں اور شاید اس کے ترجمہ کے اب تک شائع نہ ہو سکنے میں بھی یہی حکمت خداوندی کارفرما ہے کہ پہلے یہ پی ایچ ڈی کے مقالہ کے طور پر مرتب ہو جائے اور پھر اس کا ترجمہ شائع ہو۔

۴۔تذکرۃ المحصنات (تحفۂ خواتین)۔

یہ عربی زبان میں خواتین کا وعظ اور نصیحت نامہ ہے۔اس کو سعدیہ نواللہ نے پنجاب یونیورسٹی شعبۂ عربی کے تحت ایم فل عربی کے لیے تحقیقی مقالہ کے طور پر مرتب کیا ہے۔

۵۔تحفۃ العارفین و ھدیۃ السالکین (عربی)

مختلف مواعظ اور مجالس الارشاد پر مشتمل ہے۔یہ نسبتاً ایک بڑی کتاب ہے،اس کو پنجاب یونیورسٹی شعبۂ عربی کے دو طالب علموں فخر زماں اور دیگر نے ایم اے عربی کے تحقیقی مقالہ کے طور پر مرتب کیا ہے۔

۶۔رسالہ درفضائل رمضان المبارک وعیدین۔

یہ رمضان مبارک اور عیدین کے فضائل پر مشتمل ہے۔یہ مصنف کی زندگی میں نہیں چھپ سکا تھا اور نہ ہی اس کا کوئی مخطوطہ بدقسمتی سے اب تک ہماری نظر سے گزرا ہے۔

۷۔نجم الہدیٰ (عربی)

تصوف پر حضرتِ اعلیٰ قدس سرہٗ کے افادات پر مشتمل ہے۔اور تصوف و سلوک

کے موضوع پر ایک عجالۂ نافعہ ہے، جسے آپ کے تلمیذ خاص اور خلیفہ باا ختصاص حضرت مولانا محبوب عالم سوہاوی علیہ الرحمۃ نے عربی زبان میں مرتب کیا ہے۔ ''انوارِ مرتضوی'' میں حضرت اعلیٰ قدس سرہٗ کے افادات کے طور پر اس کا ذکر کیا گیا ہے۔ جسے مصنف ''انوارِ مرتضوی'' کا ضمیمہ بنانا چاہتے تھے مگر معلوم نہیں وہ اس خیال کی تکمیل کیوں نہیں کر سکے۔
''نجم الہدیٰ'' کا ایک نسخہ حضرت سوہاوی کے پوتے حضرت قاضی عبداللطیف مرحوم نے بڑی محبت اور محنت سے لکھا جس کی ایک فوٹو کاپی راقم سطور کے پاس بھی موجود ہے جو خاکسار کو قاضی صاحب موصوف کے صاحبزادہ مفتی محمد زبیر صاحب مرحوم کی مروت سے دستیاب ہوئی۔

۸۔ضوابط الصرف

علم صرف پر ایک ابتدائی رسالہ فارسی زبان میں ہے۔ جو کہ کئی بار زیورِ طبع سے آراستہ ہو کر علمی و درسی حلقوں میں تقسیم ہوا۔ اس کا ایک نسخہ پنجاب پبلک لائبریری (لاہور) میں بھی موجود ہے۔ اس پر حافظ دلبر اور مولانا محبوب عالم سوہاوی نے نہایت تحقیق و تدقیق سے مبسوط شرحیں بھی لکھی ہیں۔ اس کی ایک شرح لِلّٰہ شریف کے قدیمی کتب خانہ میں بھی موجود ہے جو اس عاجز نے دیکھی ہے۔

۹۔شرح کنز النحو

مکمل بصورت مخطوطہ ہے۔ جس کی ابھی تک اشاعت عام نہیں ہو سکی۔

۱۰۔شرح لشرح مائۃ عامل

جیسا کہ نام سے ظاہر ہے کہ شرح مائۃ عامل کے بعض مقامات کی شرح ہے۔ ابھی تک چھپ نہیں سکی۔

۱۱۔ملفوظاتِ مرتضوی:

حضرت اعلیٰ قدس سرہٗ کے بہت سے ملفوظات تو ''انوارِ مرتضوی'' کی زینت ہیں

اور ''انوارِ مرتضوی'' ہی سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے ملفوظات کے کئی مجموعے آپ کے کئی اہل علم خلفاء و تلامذہ نے اپنے اپنے طور پر مرتب کیے تھے۔ صاحبِ انوار مرتضوی نے بطور خاص میاں اللہ دین خوشابی کے مرتب کردہ مجموعۂ ملفوظات کا ذکر کیا ہے جن میں سے چند اہم ملفوظات انہوں نے ''انوارِ مرتضوی'' میں نقل بھی کیے ہیں۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ ملفوظات کے اس مجموعہ تک حکیم عبدالرسول صاحب (مصنف ''انوار مرتضوی'') کی یقینی رسائی تھی۔ مگر آج یہ مجموعہ کہاں ہے، کسی کو معلوم نہیں۔ راقم آثم کو حضرت مولانا عبدالخالق صاحب بکھروی کے ذریعے سے یہ معلوم کر کے بے حد دکھ ہوا کہ حکیم صاحب کی وفات کے بعد ان کی اولاد نے ان کے کاغذات اور دستاویزات کو اٹھا کر دریا برد کر دیا، جس میں شاید یہ نسخہ بھی ہو۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ تاہم یہ بھی ممکن ہے کہ حکیم صاحب نے استفادہ اور انتخاب کر کے اصل یا نقل نسخہ ملفوظات مرتب کو واپس کر دیا ہو۔ مگر اب ان کے اخلاف سے اس کا ملنا بھی دشوار تر ہے۔

حکیم عبدالرسول مصنف ''انوار مرتضوی'' نے اس کے علاوہ ایک اور مجموعۂ ملفوظات کا بھی ذکر کیا ہے جو حضرت مولوی نور الدین دہالوی (دہالہ تحصیل پھالیہ) نے مرتب کیا تھا۔ مولوی صاحب کے خاندان سے کئی چھوٹے بڑے اہل علم یا علم کے حوالے سے پہچانے جانے والے اصحاب اب بھی موجود ہیں۔ کاش کہ وہ اس بیش بہا مجموعۂ ملفوظات کا کھوج لگا کر اسے منظر عام پر لانے میں ہماری مدد کریں تا کہ طالبانِ علم اور سالکانِ عرفان کی آنکھیں ان سے ٹھنڈی ہوں۔

۱۲۔ مکتوباتِ مرتضوی

حضرت اعلیٰ قدس سرہ نے بہت سے مکتوبات اہل ارادت و نسبت کے علاوہ مختلف اہل علم و فضل کے نام بھی لکھے۔ ترجمان حقیقت حضرت اقدس حضرت صاحبزادہ محمد عمر بیربلوی علیہ الرحمۃ کے نزدیک حضرت اعلیٰ بیربلوی قدس سرہٗ کے مکتوبات متاخرین میں منفرد

تمام کے حامل ہیں اور اعراض ماسوا پیدا کرنے میں بے نظیر ہیں۔ (انقلاب الحقیقت) ان میں سے چند مکتوبات تو حکیم عبدالرسول صاحب نے ''انوارِ مرتضوی'' میں شامل کر دیئے لیکن بہت سے مکتوبات ان کے علاوہ بھی ہیں۔ یہ مکتوبات فارسی و عربی میں ہیں کیونکہ آج کل عربی فارسی کا ذوق بہت کم ہو گیا ہے۔ اس لیے ان مکتوبات کے ترجمہ کی طرف بھی بعض اہل علم نے توجہ کی ہے۔ مولانا مولوی ظہور احمد سیہروی مرحوم (منڈی بہاء الدین) نے ''انوارِ مرتضوی'' کی بعض دیگر فارسی و عربی عبارات کے ساتھ ان مکتوبات کا ترجمہ کر کے ''انوار مرتضوی'' ہی کے نام سے شائع کیا، جس سے بہت کچھ کنفیوژن پیدا ہو گئی ہے۔ اس کے علاوہ قاضی عبداللطیف سوہاوی نے بھی ان مکتوبات کا ایک ترجمہ کیا تھا جو ان کے صاحبزادہ مفتی محمد بشیر صاحب مرحوم کی مروت سے کچھ عرصہ ہمارے پاس بھی رہا۔ مگر افسوس کہ اس کی کوئی فوٹو کاپی نقل بھی نہ کروائی جا سکی۔ اب مفتی صاحب بھی اللہ کو پیارے ہو گئے ہیں اور ان کے بعد ان کے صاحبزادوں سے کئی مرتبہ اس کے بارے میں پوچھا گیا مگر کوئی تسلی بخش جواب نہیں ملا۔ قاضی صاحب ایک جید عالم دین تھے، اور ان کا ترجمہ آسان اور بامحاورہ نہ سہی لیکن ایک صحیح ترجمہ ضرور ہو سکتا ہے۔ قاضی صاحب، کے علاوہ پروفیسر ملک غلام عباس صاحب جو فارسی زبان کے استاد اور گورنمنٹ کالج شاہ پور کے پرنسپل رہے ہیں، نے بھی ان کا ترجمہ کرنا شروع کیا ہے جو معاصر ''معین الاسلام'' بیربل شریف میں قسط وار چھپ رہا ہے۔ اللہ کرے یہ سلسلہ جاری رہے اور اپنے منطقی انجام اور اختتام تک پہنچے۔ مکتوبات مرتضوی کا ترجمہ ہم نے بھی شروع کیا تھا اور ادارۂ تصوف کے ترجمان ماہنامہ ''سلسبیل'' لاہور میں اس کی کئی قسطیں چھپی تھیں مگر بعد میں بوجوہ یہ سلسلۂ خیر جاری نہ رہ سکا ورنہ آج ان جواہرات علمی و دینی اور نوادرات عرفانی و روحانی سے دنیا جگمگا رہی ہوتی۔

۱۳۔ مقالاتِ مرتضوی:

حضرتِ اعلیٰ قدس سرہٗ نے مستقل اور مبسوط کتب کے علاوہ بعض اہم اعتقادی و

فقہی موضوعات پر متعدد مختصر اور جامع مقالات بھی لکھے ہیں، ان میں سے تین رسائل شمس الضحیٰ شریف میں شامل ہیں۔ ہم نے مذکورہ بالا تینوں رسائل کا شمس الضحیٰ شریف کے ساتھ اردو میں ترجمہ کر دیا تھا جو معاصر "معین الاسلام" بیربل شریف میں یکے بعد دیگرے چھپ چکے ہیں۔ ان کے علاوہ بھی حضرت اعلیٰ قدس سرہٗ کے کئی مقالات و تحریرات ہیں۔ ان سب کو یکجا کر کے اب الگ کتابی شکل میں شائع کیا جا رہا ہے۔(۱)

۱۴۔ نصائح مرتضویہ (مجموعہ نصائح):

حضرت اعلیٰ قدس سرہٗ بنیادی طور پر ایک عالم و معلم اور اس کے ساتھ ہی ایک مربی و مرشد بھی تھے۔ آپ نے اپنے طلبہ اور سالکین کے لیے بالخصوص اور عام ارباب عقیدت و محبت کے لیے بالعموم بہت سی نصائح بصورت اقوال زریں خود مرتب کیں اور بہت سی آپ کی زیر نگرانی مرتب کی گئیں۔ ان میں کچھ تو نزہۃ الناظرین (گلدستہ احادیث) کے آخر میں دی گئی ہیں جو با ترجمہ شائع ہو چکی ہیں۔ بہت سی شمس الضحیٰ شریف کے آخر میں بھی موجود و مندرج ہیں۔ ان میں ایک آپ کے فرزند اعظم و نائب اکرم حضرت مولانا احمد سعید علیہ الرحمۃ کے نام منظوم نصیحت نامہ بھی ہے۔ سب کا ترجمہ ہو چکا ہے (شمس الضحیٰ شریف کے ساتھ ہی ان کا ترجمہ بھی کر دیا گیا تھا)۔ اس کے علاوہ نصائح پر مشتمل ایک اور چھوٹا سا علمی کتابچہ بھی آپ کے کتب خانہ سے دستیاب ہوا ہے جو پروفیسر صاحبزادہ محبوب حسین صاحب مدظلہ کے توسط سے ہم تک پہنچا ہے۔ اور انہی کی تحریک پر اس کا ترجمہ بھی کر دیا گیا ہے اور اب ان سب کو اکٹھا کر کے "نصائح مرتضوی" کے نام سے شائع کیا جا رہا ہے۔

۱۵۔ فتاویٰ مرتضویہ:

صاحب انوارِ مرتضوی کے بیان کے مطابق حضرتِ اعلیٰ قدس سرہٗ نے اپنی زندگی

۱۔ الحمد للہ! اب یہ مجموعۂ رسائل (رسائل مرتضویہ) آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

بیں کثیر تعداد میں فتاویٰ خود بھی تحریر فرمائے اور اپنی نگرانی میں دیگر علماء وفقہاء سے بھی تحریر کرائے جنہیں اگر مرتب کیا جائے تو ایک ضخیم مجموعۂ فتاویٰ تیار ہو سکتا ہے۔ مگر جو حضرتِ اعلیٰ کے مختلف تلامذہ و خلفاء اور عقیدت منداحباب کے پاس موجود رہے ہیں، جن کا مہیا اور یکجا ہونا بسیار متعذر (بہت مشکل) کام ہے۔ اس حلقے میں بہت سے اہل علم گزرے ہیں۔ کاش کہ کوئی اہل علم اس طرف توجہ کرتا اور یہ سعادت حاصل کرتا کہ سارے نہیں تو جتنے فتاویٰ میسر آتے انہی کو مرتب کر دیتا۔ (اور اس کے بعد انہیں شائع کرنے کی سعادت بھی کسی کو میسر ہو ہی جاتی)۔ آپ کے کئی فتوے تو ''انوارِ مرتضوی'' میں بھی اختصار کے ساتھ مندرج ہوئے ہیں اور خضاب اور وسمہ پر ایک فتویٰ صاحبزادہ محبوب حسین صاحب کی مروت سے اس احقر کو بھی دستیاب ہوا ہے۔ جو اصل صورت میں راقم آثم کے پاس محفوظ ہے۔ اس کے علاوہ کچھ فتاویٰ اور فقہی آراء آپ کی کتابوں شمس الضحیٰ شریف وغیرہ میں بھی مندرج ہوئے ہیں۔ اگر ان سب متفرق فتاویٰ کو بھی اکٹھا کر دیا جائے تو ''فتاوائے مہریہ'' کی طرح ایک مختصر مجموعہ فتاویٰ یقیناً اب بھی تیار ہو سکتا ہے۔

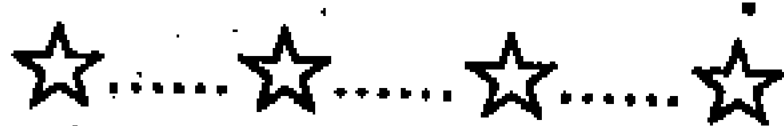
۱۶۔ کتاب المعراج (معراج نامہ عربی):

حضرت اعلیٰ قدس سرہٗ کی مایہ ناز تصنیف معراج مصطفیٰ ﷺ کے اہم ترین موضوع پر ہے۔ اسے آپ نے جس ایمان افروز اور روح پرور انداز میں لکھا ہے، اس کا اندازہ اس پر ایک نظر ڈالنے سے ہی ہو سکتا ہے۔ اس کتاب کی وجۂ تالیف یہ ہے کہ لِلّٰہ شریف اور بیربل شریف ہر دو مقام پر ہر سال معراج شریف کی سالانہ تقریب دھوم دھام سے منعقد ہوتی رہی ہے۔ لِلّٰہ شریف میں تو اب بھی یہ تقریب روایتی شان و شوکت اور تزک واحتشام سے منعقد ہوتی ہے جبکہ بیربل شریف میں اب اس کا وہ پہلے سا دم خم نہیں رہا۔ اور کسی کی توجہ اس اہم تاریخی تقریب کی طرف نہیں رہی حتیٰ کہ بیربل شریف میں قائم ہونے والا بہت بڑا مدرسہ بھی نئی ترجیحات کا حامل ہے۔ اور کسی کو اس اہم تاریخی تقریب

میں کوئی دلچسپی نظر نہیں آتی۔ اگرچہ معراج شریف کے موضوع پر عربی و فارسی میں بہت بڑا ضخیم لٹریچر موجود ہے لیکن سب کی رسائی اس تک نہیں ہو سکتی اور پھر اکثر کا بیان یا تو سراسر روایاتی ہوتا ہے یعنی روایات سے بھرپور ہوتا ہے یا کہیں کہیں حقائق و معارف کا اظہار بھی ہوتا ہے تو اس کو سمجھنا دشوار ہوتا ہے۔ چنانچہ ضرورت تھی کہ واعظین اور قارئین کی معلومات میں اضافہ اور ان کی تربیت اور راہنمائی کے لیے ایک جامع علمی و تحقیقی کتاب سیرت کے اس اہم دینی موضوع پر مرتب کی جاتی۔ جس میں تمام اہم روایات کے ساتھ ساتھ ان میں کارفرما حکمتوں (حقائق و معارف) کا بھی بیان ہوتا۔ کتاب المعراج اسی اہم ضرورت کو پورا کرتی ہے۔ یہ کتاب مصنف کی زندگی میں تو چھپ نہ سکی البتہ اس کی متعدد نقلیں کرا کے اہل علم میں تقسیم کر دی گئیں۔ جیسا کہ آپ کے ہاں اس وقت دستور تھا۔ اس وقت ہماری خوش قسمتی سے اس کی ایک نقل دستیاب ہے اور اس کے آگے کئی نسخے ہیں۔ اس کی کچھ نقلیں اللہ شریف میں حضرت صاحبزادہ مطلوب الرسول صاحب مدظلہ کی تحویل میں ہیں، کچھ دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری میں بھی موجود ہیں۔ ہماری معلومات کے مطابق اس کی ایک نقل گجرات میں پروفیسر احمد حسین قریشی قلعداری کے ذخیرۂ کتب میں بھی موجود ہے۔

پنجاب یونیورسٹی نے اپنی علم دوستی کی روایت کو برقرار رکھتے ہوئے اس کو ایم فل کے تحقیقی مقالہ کے طور پر مرتب کرنے کی اجازت دی۔ اور یہ سعادت مدرسہ معین الاسلام بیربل شریف اور جامعہ نظامیہ لاہور کے سابق طالبعلم مفتی محمد اکرم نظامی صاحب کے حصے میں آئی۔

این سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ



کتابیات

قرآن وتفاسیر قرآن:

☆ القرآن الکریم

☆ تفسیر ابن کثیر، مطبوعہ داراحیاء الکتب العربیہ، مصر

☆ التفسیر المظہری، للقاضی ثناء اللہ پانی پتی، مطبوعہ بلوچستان بک ڈپو، کوئٹہ

☆ تفسیر عزیزی، الشاہ عبدالعزیز محدث الدہلوی،

☆ تفسیر مفاتیح الغیب المعروف تفسیر کبیر، امام فخر الدین رازی، مطبوعہ ایران

احادیث:

☆ بخاری شریف، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی، ۱۳۵۷ھ

☆ مسلم شریف، قدیمی کتب خانہ کراچی

☆ جامع الترمذی، للامام ابوعیسیٰ ترمذی،

☆ ابن ماجہ شریف، مطبع مجتبائی دہلی

☆ سنن نسائی شریف

☆ سنن بیہقی شریف

☆ سنن ابوداؤد شریف

☆ مشکوٰۃ شریف

☆ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ لملا علی قاری، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان
☆ مسند امام احمد بن حنبل، مطبوعہ بیت الافکار الدولیۃ، ریاض
☆ مستدرک حاکم، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی
☆ شعب الایمان، امام بیہقی
☆ کنز العمال، لشیخ علی المتقی، مکتبہ امدادیہ، ملتان
☆ مجمع الزوائد
☆ الترغیب والترھیب، امام اصفہانی

سیرت:

☆ المواھب اللدنیہ، للامام شہاب الدین القسطلانی
☆ جلاء الافہام، مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد

فتاویٰ:

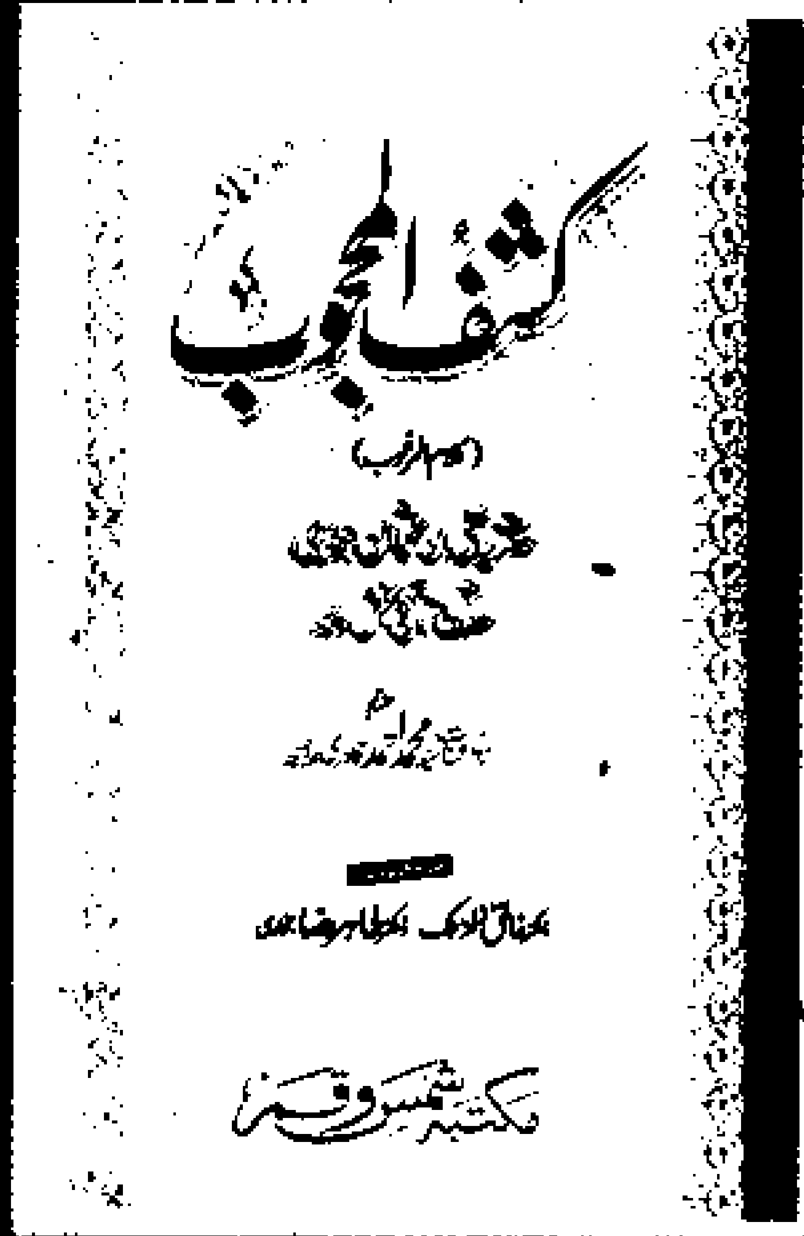
☆ مجموع الفتاویٰ مع تصحیحہ، دار الکتب العلمیہ، بیروت
☆ الحاوی للفتاویٰ، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ، فیصل آباد

متفرقات:

☆ انوارِ مرتضوی، مولانا حکیم عبدالرسل، دارالعلوم عطائیہ نلی ضلع خوشاب
☆ قرآنی حقائق از صاحبزادہ محمد عمر بیربلوی علیہ الرحمۃ، ادارۂ تصوف لاہور
☆ انوارِ محی الدین، صاحبزادہ سید شبیر احمد شاہ
☆ تذکرہ حضرتِ اعلیٰ، از صاحبزادہ محمد عمر بیربلوی، بیربل شریف
☆ کلیاتِ اقبال، ضربِ کلیم، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور ۱۹۷۲ء
☆ حرفِ اقبال، مرتبہ لطیف احمد خان شیروانی، ۱۰، ار، لاہور

☆......☆......☆......☆......☆





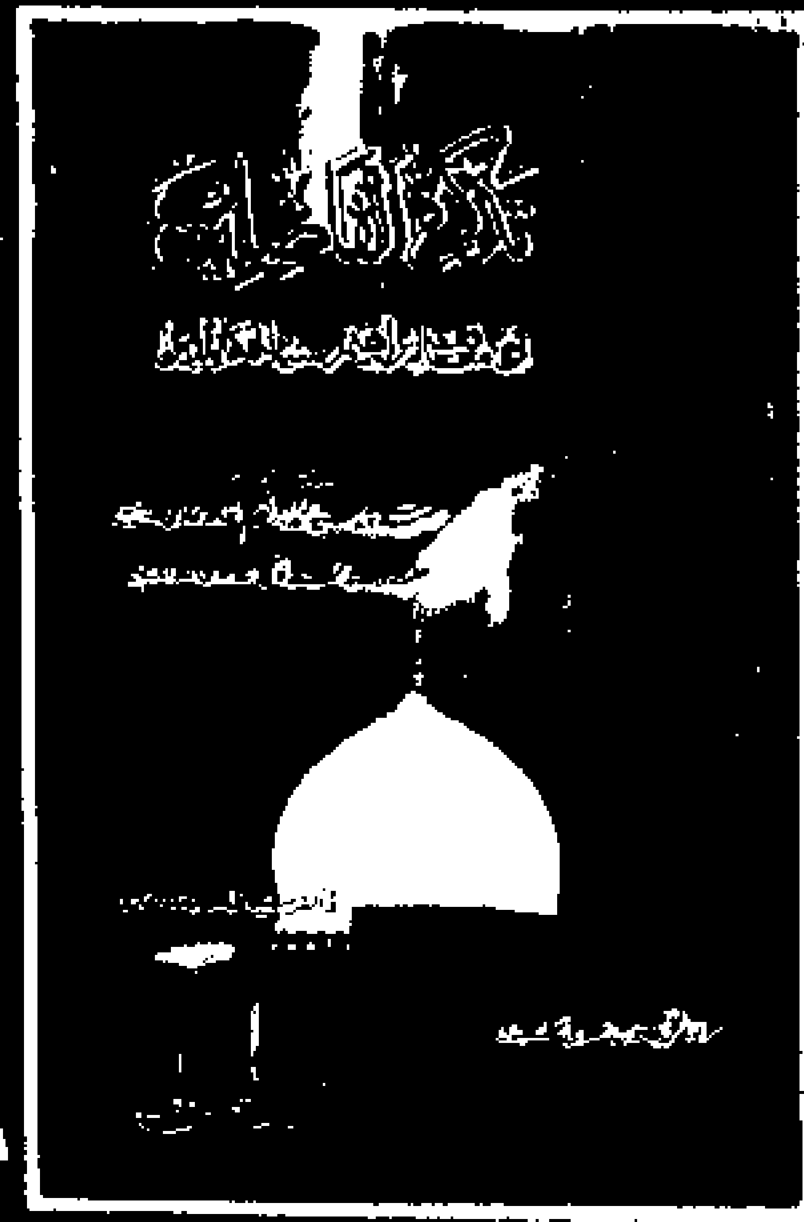


















مکتبہ شمس و قمر